نقطۂ نظر

اسلامی حجاب کا عمومی تصور۔ تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر محفوظ احمدؒ

ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامیات، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

ایک مسلمان آزاد عاقل بالغ عورت کیلئے عام حالات میں شرعی طور پر واجب پردہ کی حدود میں چہرہ داخل ہے یا خارج؟ فقہاء و علماء امت میں ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے جس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں فاضل مقالہ نگار نے چہرہ کا پردہ شرعاً واجب نہ ہونے کے نقطہ نظر کو ثابت کرنے کیلئے وجوب کے قائلین کے دلائل کا علمی تجزیہ کرتے ہوئے بڑی طویل اور مدلل بحث کی ہے۔ پردہ کے حوالہ سے بعض قرآنی آیات والفاظ کا نیا مفہوم بھی بیان کیا ہے۔ ''سدذریعہ'' کے طور پر چہرہ کا پردہ واجب ٹھہرانے والوں کے جواب میں مقالہ نگار نے الزامی طور پر کہا ہے کہ ''......اگر حجاب پر غور کیا جائے اور اپنے معاشرے کو دیکھا جائے تو یہ حجاب جس طرح برائی کو روکنے کا ذریعہ بنتا ہے اسی طرح برائی کے ارتکاب وترویج میں معاون بھی ہوتا ہے۔ لہذا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر عورتوں کے حجاب پر پابندی عائد کر دی جائے تو ہمارے معاشرے سے متعدد برائیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے''

الغرض اپنے نقطہ نظر کے اثبات کیلئے مقالہ نگار نے چونکہ دلائل کی محض نقل مکانی کی بجائے تخلیقی واجتہادی اور عالمانہ انداز میں زیر بحث مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے، اس لئے اس کو شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

اگر کوئی صاحب علم وتحقیق اس کے جواب میں شرعاً چہرہ کے پردہ کے وجوب پر اسی طرح کا مدلل اور تحقیقی مقالہ بھجوانا چاہیں تو مجلّہ منہاج کے صفحات اس کیلئے بھی حاضر ہیں۔

(مدیر)

تعبیری وضاحت کی بنا پر قرآنی احکام دو طرح کے ہیں:

(i) محکم (ii) متشابہہ

محکم سے مراد وہ احکام ہیں جن کے بارے میں کسی قسم کا اخفاء، ابہام یا اشتباہ نہیں ہوتا۔ جیسے

فرضیت نماز، ادائیگی زکوٰۃ اور حرمت خمر وغیرہ۔ جبکہ متشابہہ سے مراد وہ احکام ہیں جن کی شرعی حیثیت اور دیگر مسائل کی توضیح میں اشتباہ واخفاء ہوتا ہے۔لیکن اس اخفاء کا اظہار ادلہ شرعیہ سے کیا جاتا ہے۔ مسلمان عورت کے حجاب کا مسئلہ بھی ثانی الذکر قسم کے مسائل سے ہے۔ علماء کے نزدیک اس کی شرعی حیثیت اور طریق کار ہمیشہ مختلف فیہ رہا۔ اسی اختلاف کے پیش نظر ہمارے ہاں حجاب کا ایک عمومی تصور وضع کیا گیا ہے۔ اس تصور کے مطابق مسلمان عورت کیلئے چہرے کا پردہ واجب ہے۔ اس حکم کی بنیاد تقوی، پرہیزگاری اور صالحیت ہے۔ جبکہ اس حکم پر عمل نہ کرنا یعنی چہرہ کھلا رکھنا گناہ، بے حیائی، گناہ کو دعوت دینا اور معاشرے میں فساد پیدا کرنا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں حجاب کے اس عمومی تصور کا تحقیقی جائزہ لیا جائے گا اور یہ دیکھا جائے گا کہ اس تصور کے دلائل کی نوعیت کیا ہے؟ کیا ان دلائل سے واقعتاً اس تصور کا اثبات ہوتا ہے؟ کیا اس تصور پر یقین رکھنے والے خود بھی مکمل طور پر اس پر عمل پیرا ہیں؟ اور کیا یہ تصور عام مسلمانوں کیلئے تکلیف مالا یطاق تو نہیں؟

اس مقالہ میں صرف چہرے کے حجاب کے حوالے سے بات ہوگی کیونکہ عورت کا باقی جسم مسلمہ طور پر واجب الستر ہے۔

حجاب کا عمومی تصور

بعض اہل علم کے نزدیک حجاب کا عمومی تصور یہ ہے کہ ایک عاقل بالغ مسلمان عورت اپنی زینت یعنی چہرے کا اظہار صرف اپنے محرم کے سامنے کر سکتی ہے غیر محرم عاقل بالغ کے سامنے بلاتخصیص وقت ومقام شرعی حوائج کے علاوہ اپنی زینت کا اظہار نہیں کر سکتی۔ اس میں قریبی رشتہ دار اور عام لوگ برابر ہیں۔

اس نظریہ کے مکمل فہم کیلئے محرم اور غیر محرم کی وضاحت ضروری ہے۔

محرم: اس سے مراد وہ مذکر رشتہ دار ہیں جن سے کسی عورت کا نکاح کرنا حرام ہے۔ قرآن حکیم میں محرمات کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

''حُرِّمَت عَلَيكم امهتكم وبنتكم واخواتكم وعمتكم وخلتكم وبنت الاخ وبنت الاخت وامهتكم التى ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة وامهت نسائكم وربائبكم التى فى حجوركم من نسائكم التى دخلتم بهن''(۱)

(حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمہاری وہ

ماں ئیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری ساس اور تمہاری وہ پرورش کردہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو)

گویا ان خواتین سے ایک مسلمان مرد عقد نکاح قائم نہیں کر سکتا- ان رشتہ دار عورتوں کے مذکر ان عورتوں کے محرم کہلاتے ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے:

باپ' بیٹا' بھائی' پھوپھا' خالو' بھتیجا' بھانجا' سوتیلا باپ' رضاعی بھائی' خسر' چچا' ماموں 'اور موجودہ شوہر کا سابقہ بیوی سے بیٹا-

جمہور علماء نے باپ کے ساتھ دادا' نانا' بیٹے کے ساتھ پوتا' نواسہ' بھائی کے ساتھ ماں شریک اور باپ شریک بھائی وغیرہ کو بھی شامل کیا ہے-

سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۱ میں محرم رشتہ داروں کے علاوہ غیر شہوت والے خادموں کو بھی محرم کے حکم میں رکھا ہے-

یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے اس تصور حجاب کے مطابق عورت اپنی زینت ظاہرہ یعنی چہرے کا اظہار کر سکتی ہے-

غیر محرم: غیر محرم سے مراد وہ مرد جن سے کسی مسلمان عورت کا عقد نکاح جائز ہوتا ہے- مذکورہ بالا محرم رشتہ داروں کے علاوہ' شوہر کے بھائی' کسی عورت یا لڑکی کے چچازاد' ماموں زاد' خالہ زاد' پھوپھی زاد بھائی اور دیگر رشتہ دار' خاندان و برادری کے مرد یا لڑکے اور دیگر تمام مسلمان بھائی غیر محرم کہلاتے ہیں-

شرعی لحاظ سے یہ قریبی رشتہ دار اور عام اجنبی مسلمان غیر محرم ہونے میں برابر ہیں- مذکورہ تصور حجاب کے مطابق ایک عاقل بالغ مسلمان عورت کو ان سب مردوں کے سامنے کھلے چہرہ کے ساتھ نہیں آنا چاہیے اگر کوئی عورت ان مردوں کے سامنے بغیر حجاب کے آئے گی تو وہ گناہ گار ہو گی-

اب ان دلائل پر بحث کی جائے گی جنہیں یہ لوگ اپنے تصور اور دعویٰ کے اثبات کیلئے پیش کرتے ہیں-

قرآن مجید اور عمومی تصور حجاب

احکام اسلامی کی مشروعیت میں تدریج اور قلت تکلیف بنیادی اصول رہے ہیں- احکام ستر و حجاب میں بھی ان اصولوں کو پیش نظر رکھا گیا- اولاً ازواج مطہرات کو صریح اور واضح الفاظ میں براہ راست یہ حکم دیا گیا:

''وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاهلیة الاولی ''(۳)

(اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرنا)

''قرن'' کا لفظ وقار سے ہے یعنی اپنے گھروں میں سکونت پذیر رہو اور بغیر شرعی ضرورت کے گھروں سے باہر نہ نکلو- مفسرین کے نزدیک قرن میں نیت کا دخل ہے- مطلقاً باہر نکلنے کی ممانعت نہیں- تبرج کا لفظ بروج سے ہے جس کا معنی ہے ظہور (۴) لیکن یہاں تبرج کا معنی ہے کسی عورت کا بغرض زنا یا شہوت پرستی کی نیت سے اپنی زینت اور خوبصورتی کا اظہار کرنا' عورت کا اپنے جسمانی محاسن مردوں کو دکھانا اور عورتوں کا مٹک مٹک کر چلنا- (۵)

زمانہ جاہلیت میں عورتیں ایسی قمیصیں پہن کر نکلتی تھیں جو دونوں طرف سے ان سلی ہوتیں اور ان کا بدن دونوں طرف سے برہنہ دکھائی دیتا- (۶)

اگرچہ ازواج مطہرات ایسا تبرج نہیں کرتی تھیں لیکن پھر بھی انہیں مخاطب کر کے یہ حکم دیا گیا لیکن عبدالرحمٰن کیلانی نے لکھا ہے کہ ''اس بے حجابی اور بے حیائی سے رسول اللہ ﷺ کے گھرانے بھی بچے نہ تھے'' (۷) (العیاذ باللہ)

اس حکم کے بعد ازواج مطہرات کو بالواسطہ انداز میں حجاب کا حکم دیا گیا جسے بعض اہل علم نے عام مسلم خواتین کیلئے بھی اسی طرح ضروری قرار دیا جیسے ازواج مطہرات کیلئے تھا اور اسے عمومی تصور حجاب کیلئے بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے- حجاب کا یہ حکم سورۃ الاحزاب کی جس آیت مبارکہ میں دیا گیا اس کے الفاظ یہ ہیں:

''یاایھاالذین امنوالاتدخلوابیوت النبی الاان یؤذن لکم الی طعام غیر نظرین انٰہ ولکن اذادعیتم فادخلوافاذاطعمتم فانتشرواولا مستانسین لحدیث ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم واللہ لایستحی من الحق وَاِذَاسَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًافَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ-ذلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن وماکان لکم ان تؤذوارسول اللہ ولاان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداًان ذلکم کان عنداللہ عظیماً'' (۸)

(اے ایمان والو نبی (ﷺ) کے گھروں میں داخل نہ ہو سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کیلئے بلایا جائے- کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت آؤ- پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ- بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے سو وہ تم سے حیا کرتے

ہیں اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا اور جب تم نبی (ﷺ) کی بیویوں سے کوئی
چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو- یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کیلئے نہایت
پاکیزگی کا باعث ہے-تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول (ﷺ)
کو ایذا پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ نبی (ﷺ) کے بعد ان کی ازواج (مطہرات)
سے نکاح کرو بے شک اللہ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات ہے-

اس آیت کے الفاظ ''وَاِذَاسَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًافَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَاب'' سے عمومی تصور حجاب پیش کیا جاتا ہے-مبشر احمد ربانی نے لکھا ہے:

اس آیت کریمہ میں اگرچہ خطاب ازواج مطہرات (رضی اللہ عنھن) کو ہے لیکن اس کا حکم عام ہے جیسا کہ قرآن حکیم کا بہت سے مقامات پر یہی اسلوب ہے-اس آیت کے عام ہونے کی ایک دلیل اس حکم کی علت ہے یعنی یہ حجاب و پردہ تمہارے اور ان کے دلوں کی طہارت کا بہترین ذریعہ ہے-(۹)

جائزہ: اب اس دلیل کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے-

یہ آیت سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ترپن ہے-یہ سورۃ ۵ھ کو نازل ہوئی-(۱۰) اس سے قبل آیت نمبر ۵۰ تا ۵۲ میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سے متعلق ان خصوصی احکام کا ذکر ہے:

(i) وہ خواتین جن کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کا عقد جائز ہے-

(ii) ازواج مطہرات کے ہاں ٹھہرنے کے حوالے سے ایام کی باری مقرر کرنے میں آپ ﷺ کو مکمل اختیار ہونا- نیز اس حوالے سے ایک زوجہ کو دوسری پر ترجیح دینا-

(iii) تبدیلی ازواج کی عدم حلت

آیت نمبر ۵۳ میں رسول اکرم ﷺ کے گھر میں انعقاد دعوت کے آداب بیان کیے گئے- نیز یہ حکم دیا گیا کہ ازواج مطہرات سے اشیاء کی طلب حجاب سے کی جائے اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات سے نکاح کرنا منع کر دیا گیا-

اب اس آیت کا شان نزول پیش کیا جاتا ہے:

اس آیت کے شان نزول کے حوالے سے مختلف روایات مروی ہیں- ان میں سے چند یہ ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ بنت جحش سے عقد کے بعد ایک دعوت ولیمہ منعقد کی جس میں تقریباً تین سو کے قریب مسلمان مدعو تھے- کھانا کھانے کے بعد لوگ وہیں بیٹھے رہے اور باتیں کرنے لگے- پھر آپ اٹھے تو باقی لوگ اٹھ گئے لیکن تین شخص

بیٹھے رہے- پھر آپ ﷺ اپنے حجرے میں داخل ہونے کیلئے آئے لیکن وہ لوگ نہ اٹھے- پھر وہ اٹھ کر چلے گئے- اس وقت اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی- (۱۱)

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ ایک دعوت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہاتھ کسی غیر مرد کو لگ گیا تو آپ ﷺ نے اسے ناپسند کیا پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی- (۱۲)

حضرت عمر فاروقؓ نے ازواج مطہرات کو حجاب کے بارے میں کہا تو حضرت زینبؓ نے کہا کہ ہمارے گھروں میں وحی نازل ہوتی ہے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی- (۱۳)

شان نزول کی ان روایات اور آیات کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ:

(i) آیت کا ظاہری حکم لوگوں کی گھریلو زندگی کی رازداری کو قائم رکھنے کیلئے دیا گیا-

(ii) حجاب کا حکم ازواج مطہرات کیلئے خاص تھا-

(iii) علماء نے اپنی علمی بصیرت کی بنا پر عام مسلمان خواتین کو اس حکم میں شامل کیا-

(iv) ازواج مطہرات کیلئے حجاب کا حکم فرض تھا جبکہ عام خواتین کیلئے حجاب کی حیثیت استحباب کی ہے-

یہ حکم مسلمانوں کی نجی اور گھریلو زندگی کی رازداری کو قائم رکھنے کیلئے اس لئے دیا گیا کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ اور بعض دیگر مسلمانوں کے گھروں کے باہر کوئی دروازہ یا پردہ بھی نہ تھا-

اس حکم کے نزول کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے حجروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیے پھر بعد میں دوسرے مسلمانوں نے بھی اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا لیے- (۱۴)

ازواج مطہرات کے یہ حجرات مسجد نبوی ﷺ سے متصل تھے- ان مکانات میں سے پانچ کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے تھے جس پر کہگل (لپائی) کی ہوئی تھی- ان کے ساتھ کوئی حجرہ نہ تھا- دروازوں پر کمبل کا پردہ پڑا رہتا تھا- باقی چار مکان کچی اینٹوں کے تھے جن کی چھت پر کھجور کی شاخوں کی کہگل کی ہوئی تھی-

ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک حجرہ کھجور کی شاخوں کا تھا جس کے دروازے پر کمبل کا پردہ تھا- اندرونی کمروں کی چھت کے بارے امام حسن بصری کا بیان ہے کہ میں حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں مراھق (قریب البلوغ) تھا اور ان مکانات کی چھت کو اپنے ہاتھ سے چھو لیتا تھا- (۱۵)

یہ ہیں ازواج مطہرات کے وہ مبارک حجرات جن کے پس منظر میں آیت حجاب کا نزول ہوا- کاش ہم ان حجرات کو اور ان حجرات کے پس منظر میں نازل ہونے والے حجاب کے حکم کو بھی دیکھیں تا کہ حکم حجاب کی حکمت ہمیں سمجھ آئے-

دوم: حجاب کا یہ حکم ازواج مطہرات کیلئے خاص تھا اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں:

(i) صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے رب نے تین معاملات میں میری موافقت کی ہے- میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ مقام ابراہیم کو اپنا مصلی بنالیں- پھر میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کے گھر میں نیک اور فاجر لوگ داخل ہوتے ہیں- پس آپ انہیں حجاب کا حکم دیجیے- پھر اللہ تعالی نے آیت حجاب نازل فرمائی-(۱۶)

اس روایت سے حضرت عمر فاروقؓ نے ازواج مطہرات کے حوالے سے اپنی خواہش کا اظہار کیا نہ کہ دیگر عام مسلمانوں خواتین کے حوالے سے-

اس آیت کا حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہونا اس بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس حکم کے نزول کے بعد عام مسلمانوں کی بجائے صرف ازواج مطہرات کے والد، بھائیوں اور دیگر قریبی رشتہ داروں نے کہا-

''نحن ایضانکلمھن من وراء حجاب''(۱۷)

(کہ ہم بھی آئندہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سے پردے کی آڑ میں بات کریں گے)

اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

''لاجناح علیھن فی آبائھن ولاابنائھن ولااخوانھن ولاابناء اخوانھن ولاابناء اخواتھن ولانسائھن ''(۱۸)

(ان خواتین پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے باپ دادا اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور ہم دین خواتین سے پردہ نہ کریں)

گویا اس آیت میں ازواج مطہرات کو ان رشتہ داروں سے بلاحجاب بات کرنے کی اجازت دی گئی-

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں میں اس وقت لوگوں میں سب سے کم سن تھا جب یہ آیات نازل ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات نے پردہ کرلیا(۱۹)

اللہ تعالی نے ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم براہ راست دینے کی بجائے بالواسطہ طریقے سے دیا ہے- جس سے ان کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے- نیز حکم کا یہ انداز اس حکم کو ازواج مطہرات کی خصوصیت کو بھی ظاہر کرتا ہے- اسی لئے علماء کرام نے اس حکم اور حکم کی نوعیت کو ازواج مطہرات کے خصائص میں شمار کیا ہے- علامہ عبدالباقی الزرقانی (م۱۱۲۲ھ) نے علامہ قاضی عیاض (م۵۴۴ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے:

"فرض الحجاب بمااختصصن به فهوفرض عليهن بلاخلاف في الوجه والكفين"(۲۰)

(اس میں کسی کواختلاف نہیں کہ ازواج مطہرات کیلئے چہرے اور ہتھیلیوں کے حجاب کی فرضیت مخصوص تھی)

نوعیت حجاب کے بارے امام مسعود بن الفراء البغوی (م۵۱۶ھ) فرماتے ہیں کہ آیت حجاب کے نزول کے بعد کسی شخص کو اجازت نہ تھی کہ وہ آپ ﷺ کی کسی زوجہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے خواہ وہ نقاب میں ہوں یا بغیر نقاب کے۔(۲۱)

امام نوویؒ (م۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

ازواج مطہرات کیلئے بلا اختلاف ہاتھوں اور چہرے کو چھپانا فرض تھا اور انہیں کسی بھی شرعی حاجت وغیرہ میں بھی ان اعضاء کا کھولنا جائز نہ تھا۔(۲۲)

علامہ علاؤالدین علی بن محمد خازن (م۷۳۵ھ) لکھتے ہیں:

"لم يكن لاحدان ينظرالى امراةمن نساء رسول اللهﷺ منقبة اوغيرمنقبة"(۲۳)

(کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ ازواج مطہرات میں سے کسی کی طرف نظر کرے وہ نقاب میں ہوں یا بغیر نقاب کے)

علامہ ابن کثیر (م۷۷۴ھ) نے فرمایا کہ مردوں کو ازواج مطہرات کے گھر میں داخل ہونے کے علاوہ اس بات سے بھی منع کیا گیا کہ وہ ان کی طرف کسی بھی صورت میں نہ دیکھیں اور ازواج مطہرات بھی غیر مردوں کی طرف نہ دیکھیں۔(۲۴)

امام قسطلانیؒ (م۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

"ازواج مطہرات کیلئے عام چہرہ کھلا رکھنا حرام تھا"(۲۵)

خود رسول اکرم ﷺ کا عمل اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ازواج مطہرات سے متعلق حجاب کا یہ تصور ان کے خصائص میں سے تھا عام عورتوں کو ایسا حکم نہیں تھا۔

جامع الترمذی میں ہے کہ:

"ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ حضرت میمونہؓ آپ ﷺ کے پاس تھیں کہ حضرت عبداللہؓ بن ام مکتومؓ (۲۶) جو کہ نابینا تھے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا تم پردے میں جاؤ تو انہوں نے عرض کی

"الیس ھواعمی لایبصرناولایعرفنافقال رسول اللہﷺافعمیا وان انتما الستماتبصرانه"(۲۷)(کیا وہ نابینا نہیں-وہ ہمیں دیکھتا ہے نہ ہمیں پہچانتا ہے پھر آپﷺ نے فرمایا کیا تم اسے نہیں دیکھتیں؟)

ایک اور نابینا صحابی حضرت اسحاقؓ بھی ایک بار حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے-ان سے بھی اسی بنا پر آپ نے پردہ کیا-(۲۸)

اس حدیث کے مطابق ازواج مطہرات کو عام حالات میں عام مردوں کے علاوہ نابینا مرد کو بھی دیکھنے سے منع کیا گیا ہے جبکہ عام عورتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا جیسے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو جب ان کے شوہر ابوعمرو بن حفصؓ نے طلاق دی تو عدت گزارنے کیلئے رسول اکرمﷺ نے ان سے فرمایا"اعتدی عند ابن ام مکتوم فانه رجل اعمی تضعین ثیابك"(تو عبداللہ بن ام مکتوم کے ہاں عدت گزار کیونکہ وہ نابینا شخص ہے اور تم اپنا دوپٹہ وغیرہ اس گھر میں اتار سکتی ہو-یہ نہیں فرمایا کہ تو اس سے حجاب کر-گویا تین ماہ عدت کے انہوں نے وہاں گزارے اور اس دوران عام حالات میں حضرت فاطمہؓ حضرت عبداللہؓ کو دیکھتی رہیں-اس لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا اگر محل فتنہ نہ ہو تو عورت کو دیکھنا جائز ہے-(۲۹) یہ حدیث اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ حجاب کا جو حکم ازواج مطہرات کیلئے تھا وہ عام مسلمان عورتوں کیلئے نہیں تھا-

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی اس حکم پر اس قدر سختی سے عمل پیرا تھیں کہ رسول اکرمﷺ نے حالت احرام میں نقاب نہ اوڑھنے کے بارے فرمایا:

"ولا تنتقب المحرمة ولا تلبس القفازین"(۳۰)

(احرام والی عورت نہ نقاب اوڑھے اور نہ دستانے پہنے)

لیکن اس کے باوجود آپؓ حالت احرام میں ضرورت کے وقت نقاب کرتیں-

سنن ابی داؤد کی روایت ہے-حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتے ہیں:

"کان الرکباب یمرون بناونحن محرمات مع رسول اللہﷺفاذا حاذوابناسدلت احداناجلبابھامن راسھاعلی وجھھافاذا جاوزوناکشفناہ"(۳۱)

(حجۃ الوداع کے سفر میں ہم لوگ بحالت احرام رسول اللہﷺ کے ساتھ تھے جب مسافر ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے سر سے چادریں کھینچ کر منہ پر ڈال لیتی تھی اور جب وہ گزر جاتے تو ہم منہ کھول لیتی تھیں)

یہ عمل حجاب کے حوالے سے ازواج مطہرات کی خصوصیت کو واضح کرتا ہے-حجاب کی یہ صورت اگر چہ ازواج مطہرات کیلئے خاص تھی لیکن عام مسلم خواتین کو چونکہ ایسے حجاب سے منع بھی نہیں کیا گیا تھا بایں وجہ بعض دیگر صحابیات نے بھی اس عمل کو اختیار کیا جیسے حضرت فاطمہ بنت منذرؓ فرماتی ہیں:

''کنانخمرو جوھناونحن محرمات''(۳۲)

ہم اپنے چہروں کو چھپاتی تھیں اور ہم حالت احرام میں ہوتیں)

حضرت حسن وحسینؓ ازواج مطہرات کے محرم تھے لیکن اس کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہؓ ان سے پردہ کرتیں-حسنین کریمین بھی ازواج مطہرات کے ہاں نہ جاتے اگر چہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان دونوں کا حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں بغیر حجاب کے جانا جائز وصحیح قرار دیا تھا-(۳۳)

ازواج مطہرات سے متعلق حجاب کی اس خصوصیت کے پیش نظر حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت زینب بن جحشؓ کا جنازہ لے جاتے وقت ان کی نعش مبارک پر ایک قبہ بنا دیا تھا تاکہ عام لوگوں کی نظر آپؓ کے جسد مبارک پر نہ پڑے(۳۴)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ۵ھ میں آیت حجاب نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات کا مجھ سے پردہ کرایا-میری عمر اس وقت پندرہ سال تھی-(۳۵)

سید عبدالرحمٰن کیلانی نے آیت حجاب کے بارے لکھا ہے:

''اس حکم کے نزول کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیے پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے مسلمانوں نے بھی اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیے-(۳۶)

اس عبارت میں ''دیکھا دیکھی'' کے الفاظ قابل توجہ ہیں-اس لئے کہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی دیکھا دیکھی بنیاد پر نہیں کی جاتی-نماز، روزہ، زکوۃ اور دیگر فرائض کی ادائیگی دیکھا دیکھی بنیاد پر صحابہ کرامؓ نے شروع نہیں کی تھی بلکہ ان احکام کو فرض جانتے ہوئے انہیں ادا کرنا شروع کیا تھا-دیکھا دیکھی بنیاد پر شروع کیا جانے والا عمل زیادہ سے زیادہ مستحب قرار دیا جا سکتا ہے نہ کہ فرض یا واجب-

بعض اہل علم آیت حجاب کا حکم دیگر احکام کی طرح امت مسلمہ کی تمام خواتین کیلئے عام قرار دیتے ہیں-اس ضمن میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''انی لااصافح النساء انماقولی لامراۃواحدۃ کقولی لماۃامراۃ''(۳۷)

(میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا اور میرا ایک عورت کو حکم دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ میں

سوعورتوں کو حکم دوں)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''حکمی علی الواحد حکمی علی الجماعۃ''(۳۸)

(میرا ایک شخص کو حکم دینا پوری جماعت کو حکم دینا ہے)

چونکہ آپ ﷺ نے حجاب کا یہ حکم اپنی ازواج مطہرات کو دیا لہذا عام مسلم خواتین پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنے تمام بدن کو اجنبی مردوں سے چھپائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کا ایک حکم تمام انسانیت کیلئے ہوتا ہے۔ایک عورت کو دیا جانے والا حکم تمام خواتین کیلئے ہوتا ہے لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ حکم عام خواتین کو دیا گیا ہو۔

حجاب کا حکم آپ نے کسی بھی ایک خاتون کو نہیں دیا ماسوا اپنی ازواج مطہرات کے۔لہذا ازواج مطہرات کی حیثیت دیگر خواتین سے مختلف ہے۔کئی احکام ایسے ہیں جو آپ ﷺ نے عام خواتین کو دیے لیکن ازواج مطہرات اس سے مستثنیٰ تھیں۔

جیسا کہ آپ ﷺ نے عام خواتین کو مہندی کے استعمال کا حکم فرمایا:(۳۹) لیکن ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مہندی کے خضاب کی بابت پوچھا تو آپؓ نے فرمایا:

''لاباس به ولکنی اکرهه کان حبیبی ﷺ یکره ریحه''(۴۰)

(اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن میں اسے ناپسند کرتی ہوں اس لئے کہ اس کی بو کو میرے حبیب ﷺ ناپسند کرتے ہیں۔

گویا مہندی کے استعمال نہ رکرنے کی علت بو بتائی گئی -اورازواج مطہرات مہندی کو استعمال نہ کرتیں۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ مہندی کے استعمال کا حکم آپ ﷺ نے دیگر خواتین کو دیا لیکن ازواج مطہرات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

اس طرح ایک اور روایت ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

''ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی رسول اللہ ﷺ وعلیها ثیاب رقاق فاعرض عنها رسول للہ ﷺ وقال یااسماء ان المراۃ اذا بلغت المحیض لم یصلح لها ان یری منها الاهذا هذا واشار الی وجهه و کفیه''(۴۱)

(حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ (حضرت عائشہؓ کی بہن) رسول اکرم ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوئیں۔اس حال میں کہ ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے تو آپ ﷺ نے ان سے منہ پھیرلیا اور فرمایا اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کیلئے بہتر نہیں کہ اس کے جسم کو دیکھا جائے سوائے ان اعضاء کے اور آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا)

اس حدیث کو امام ابوداؤد ''باب فیماتبدی المراۃمن زینتھا''(وہ باب جس میں عورت کے اپنی زینت کے اظہار کا بیان ہے) کے باب میں لائے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت اسماءؓ کسی بڑی چادر کو اوڑھ کر نہیں آئیں بلکہ باریک دوپٹہ تھا۔جسے آپ نے اوڑھا ہوا تھا۔نیز آپ ﷺ نے چہرہ اور ہاتھ کے علاوہ باقی جسم چھپانے کا حکم فرمایا۔

عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ اس اور اس جیسی دیگر احادیث کا تعلق ستر نماز سے ہے نہ کہ عام حالات سے۔یہ درست نہیں۔اس لئے حضرت اسماء نے یہ دوپٹہ نماز کے دوران نہیں اوڑھا تھا بلکہ اسے اوڑھ کر آپ اپنے گھر سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر آئی تھیں۔

بہر حال دوپٹہ باریک ہونے کو آپ نے برا محسوس کیا۔

اس حدیث میں جن امور کا ذکر ہے۔ان کا تعلق عام مسلم خواتین سے ہے۔ازواج مطہرات سے نہیں لیکن ازواج مطہرات کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کا اظہار لوگوں کے سامنے کریں۔

بہر حال عام خواتین میں سے کسی ایک خاتون کو دیا جانے والا حکم دیگر تمام خواتین پر ضروری ہوتا ہے لیکن ازواج مطہرات کیلئے ضروری نہیں ہوتا۔اسی طرح کسی ایک زوجہ مطہرہ کو دیا جانے والا خصوصی حکم دیگر ازواج کیلئے ضروری ہوتا ہے نہ کہ عام خواتین کیلئے۔

اگر حجاب کا حکم عام خواتین کیلئے بھی ضروری ہوتا تو آپ ﷺ ضرور انہیں اس کا حکم دیتے لیکن کوئی ایک ضعیف ترین حدیث بھی ایسی نہیں جس میں آپ ﷺ نے عام خواتین کو حجاب کا حکم دیا ہو بلکہ عام خواتین کو چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھنے کی اجازت دی ہے جیسا کہ مذکورہ حضرت اسماءؓ والی حدیث میں ہے۔اس طرح کی اور بھی متعدد روایات ہیں جن میں آپ ﷺ نے اس مفہوم کو بیان فرمایا ہے۔

اس سے جن کا ذکر آگے کیا جا رہا ہے' بھی یہ واضح ہوا کہ حجاب کا حکم ازواج مطہرات کے خصائص میں سے تھا نہ کہ عام خواتین کیلئے۔

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اگر بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ یہ حکم ازواج مطہرات کیلئے خاص ہے تب بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ ازواج مطہرات تمام مسلمان عورتوں میں افضل اور بہتر ہیں اور حجاب کے احکام میں ان کی پیروی کرنے میں ہی سلامتی ہے-(۴۲)

بلاشبہ حجاب کا حکم ازواج مطہرات کیلئے خاص تھا اس لئے کہ عام خواتین کو آپ ﷺ نے چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھنے کی اجازت دی اور غض بصر کا حکم دیا- یہ اجازت عام مسلم خواتین کیلئے خاص تھی- اس میں ازواج مطہرات شامل نہ تھیں-

لہذا حجاب جو ازواج مطہرات کے خصائص میں سے تھا وہ دیگر مسلم خواتین کیلئے مستحب قرار پائے گا نہ کہ واجب-

امہات المؤمنین کیلئے فرضیت حجاب کی وجہ:

ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ ازواج مطہرات جن کے بارے ارشاد ربانی ہے:

''اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ''(۴۳) (کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج امت کی مائیں ہیں)

جب یہ امت کی روحانی مائیں ہیں تو ان پر یہ حجاب کیوں فرض کیا گیا- اگر ان پر فرض ہے تو امت کی عورتوں پر بدرجہ اولی فرض ہونا چاہیے- ازواج مطہرات کیلئے فرضیت حجاب کی دو وجوہ ہیں:

اول: ان کی عزت، عظمت اور حرمت: اسلام بعض اوقات کوئی حکم جاری کرتا ہے جس کیلئے وہ حکم جاری کیا جاتا ہے- اگرچہ اس میں اس حکم کی عمومی علت موجود نہیں ہوتی لیکن پھر بھی وہ حکم جاری کر دیا جاتا ہے- جیسے انسان ایک پاکیزہ، طاہر اور صاحب عظمت حیوان عاقل و ناطق ہے لیکن پھر بھی اس کا گوشت کھانا حرام قرار دیا گیا ہے- اس حکم کی علت اس کی درندگی، وحشت یا نجس ہونا نہیں بلکہ اس کی عزت و تکریم ہے- ایسے ہی ازواج مطہرات کیلئے حجاب کی فرضیت کی علت ان کی عزت و عظمت اور ان کی تکریم ہے اور وہ خصائص ہیں جن سے دیگر خواتین محروم ہیں- نہ کہ کوئی برائی جیسا کہ کیلانی صاحب نے لکھا ہے- (معاذ اللہ) جن کا ذکر پہلا کیا جا چکا ہے-

دوم: امت کا تحفظ: ازواج مطہرات کیلئے فرضیت حجاب کا دوسرا مقصد امت کا تحفظ ہے- اس لئے کہ اگر وہ حجاب سے نہ ہوں اور کوئی شخص اگر ان کی طرف دیکھے تو اس کے دل میں کسی بھی طرح غلط خیال پیدا ہو جائے تو محض اس خیال سے اس کی دنیا و آخرت تباہ و برباد ہو جائے- یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک بار ام المؤمنین حضرت صفیہؓ دوران اعتکاف رسول اللہ ﷺ کی زیارت کیلئے مسجد نبوی میں آئیں- تھوڑی دیر آپ ﷺ سے بات چیت کے بعد رخصت ہونے کیلئے کھڑی ہوئیں تو آپ ﷺ انہیں رخصت فرمانے کیلئے ان کے ساتھ مسجد کے دروازے تک تشریف لائے تو اس وقت

انصار میں سے دو اشخاص وہاں سے گزرے تو انہوں نے آپ ﷺ سے سلام عرض کیا- آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ذرا ٹھہرنا دیکھو یہ میرے پاس صفیہؓ ہیں- انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ یہ کیا فرماتے ہیں- اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان الشیطان یبلغ من الانسان مبلغ الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکم شیئاًوفی روایۃفتھلکا''(۴۴)

(شیطان انسان میں خون کی طرح گھوم جاتا ہے- مجھے اس کا خطرہ ہوا- مبادا تمہارے دلوں میں کوئی وسوسہ ڈالے اوراس کی وجہ سے تم خواہ مخواہ ہلاک ہو جاؤ)

دوسری روایت میں یوں ہے کہ یہ بات میں نے اس لئے نہیں کہی تھی کہ تم کوئی بدظنی کرتے بلکہ بات یہ ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ کبھی شیطان دل میں غیراختیاری وساوس ڈال دیتا ہے-

لہذا اس تحفظ کے پیش نظر ازواج مطہرات کیلئے حجاب اس حد تک ضروری قرار دیا گیا کہ وہ شرعی حوائج کیلئے بھی اپنا چہرہ نہیں کھول سکتی تھیں اور عام مسلمان نہ نقاب میں اور نہ بغیر نقاب کے انہیں دیکھ سکتا تھا-

ازواج مطہرات کیلئے حجاب کی فرضیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہؓ جن سے رسول اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کی ولادت ہوئی- باندیؓ ہونے کے باوجود انہیں حجاب کا حکم دیا گیا-(۴۵) حالانکہ باندی بالاجماع حکم حجاب سے مستثنیٰ ہے-

iii اس آیت میں ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم دیا گیا لیکن اہل علم نے اپنی علم وفہم کی بناپر اس حکم کو مسلمان خواتین کیلئے عام کر دیا- یہی بات علامہ نذیر حسین (م ۱۹۰۰ء) نے اس طرح بیان کی ہے

''گو وہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن پردہ کا حکم تمام مسلمان عورتوں کیلئے ہے اوراس کی مخالفت موجب فسق و بے حیائی ہے-(۴۶)

چونکہ یہ حکم ازواج مطہرات کو دیا گیا لہذا ان کیلئے یہ حکم فرض تھا- البتہ امت کی خواتین کیلئے اس کی شرعی حیثیت سنت مستحبہ کی ہوگی اگر کوئی کرلے تو مستحب ورنہ کوئی گناہ نہیں ہوگا- نہ وہ فاحشہ اور بے حیاء کہلائے گی- جیسے رسول اکرم ﷺ کے وہ خصائص جنہیں امت کو کرنے کی اجازت ہے وہ امت کیلئے مستحب کی حیثیت رکھتے ہیں اوران کے ترک کرنے پر کسی تارک کو آپ بدکردار، فاسق اور فاجر نہیں کہہ سکتے-

شارح صحیح مسلم امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''لایجب علی المراۃان تستروجھھا فی طریقھاوانماذلک ھو

سنة مستحبة ویجب علی الرجال غض البصر''(۴۷)
(عام مسلم خواتین پر راستے میں چہرے کا ڈھانپنا واجب نہیں بلکہ یہ سنت مستحبہ ہے
البتہ مردوں پر نظروں کا جھکانا واجب ہے)
اسی طرح امام قسطلانیؒ (م۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:
''لا یجب علی المراۃ ستر وجھھا فی الطریق وانما ھو سنۃ''(۴۸)
(عام راستوں میں مسلمان عورتوں کیلئے چہرہ چھپانا واجب نہیں- یہ تو سنت ہے)

متقدمین فقہاء احناف اس کے قائل ہیں کہ اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اگر فتنہ کا خوف نہ ہو-(۴۹)

علامہ وحیدالزمان نے لکھا ہے کہ عورت کا چہرہ اور گٹے تک ہاتھ کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں-(۵۰)

اگر اس آیت کا حکم بھی امہات المؤمنین کی طرح عام خواتین کیلئے لازم کر دیا جائے تو پھر انہیں بھی چاہیے کہ وہ نہ خود کسی غیر محرم کو دیکھیں اور نہ اپنا چہرہ کسی غیر محرم کے سامنے کھلا رکھیں خواہ وہ قریبی عزیز' رشتہ دار ہو یا عام آدمی-

علامہ وحیدالزمان کے نزدیک اس صورت پر عمل کرنا بہت مشکل ہے- بلکہ یہ تقوی پر محمول ہے-(۵۱)

یہ عمل اسی صورت میں ممکن ہے جب خواتین کو گھروں میں پابند کر دیا جائے اور کسی بھی صورت میں گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے لیکن یہ وہ صورت ہے جو عورتوں کیلئے تکلیف مالا یطاق ہے- اس پر آج بڑے سے بڑا دینی شخص نہ عمل کرتا ہے اور نہ عمل کرا سکتا ہے-

دوسری دلیل

عمومی تصور حجاب کے وجوب کیلئے دوسری دلیل بھی سورۃ الاحزاب سے ہی پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

''یَا اَ یُّھَاالنَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَایُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْراً رَّحِیْمًا''(۵۲)
(اے نبی (ﷺ) اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ لٹکالیا کریں- یہ اس

کے بہت قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے اور انہیں ایذا نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے)

دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس آیت میں نبی کے گھرانوں کے علاوہ عام مسلمان عورتوں کو بھی چہرے کے پردے کا حکم دیا گیا ہے۔(۵۳)

مولانا مودودیؒ (م۱۹۷۹ء) نے لکھا ہے:

''کہ یہ آیت خاص چہرے کو چھپانے کیلئے ہے''(۵۴)

مبشر احمد ربانی نے لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ پردے کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔(۵۵)

جائزہ:

کیا اس آیت میں عمومی طور پر چہرے کے حجاب کا حکم دیا گیا ہے یا معاشرتی اور وقتی ضرورت کی بنا پر۔اس پہلو سے اس دلیل کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔یہ آیت سورۃ الاحزاب سے لی گئی اور یہ سورت جمہور مفسرین کے نزدیک ۵ھ میں سورۃ آل عمران کے بعد نازل ہوئی۔ترتیب نزول کے لحاظ سے اس کا نمبر ۹۰ ہے۔(۵۶)

اولاً اس آیت کے شان نزول پیش کیے جاتے ہیں تاکہ آیت میں دیے گئے حکم کو سمجھنے میں آسانی ہو۔مفسرین کے نزدیک اس آیت کے دو شان نزول ہیں:

اول: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حکم حجاب کے بعد ایک روز (ام المؤمنین حضرت) سودہؓ بنت زمعہ (شام کے وقت) قضائے حاجت کیلئے نکلیں۔آپؓ طویل القامت اور ڈیل ڈول کی عورت تھیں جوان کو پہچانتا تھا اس کیلئے آپ مخفی نہیں ہوسکتی تھیں۔حضرت عمر فاروقؓ نے (ظاہری قد و قامت) دیکھتے ہی پہچان لیا اور آواز دے کر کہا:

''اما واللہ ما تخفین علینا فانظری کیف تخرجین؟''(تم کس طرح نکل رہی ہو اس کو دیکھ لو ہم سے خدا کی قسم تم چھپ نہیں سکتیں۔آپؓ فوراً لوٹ گئیں۔رسول اکرم ﷺ اس وقت میرے گھر میں شام کا کھانا تناول فرمارہے تھے اور ہڈی آپ کے ہاتھ میں تھی۔سودہؓ اندر آ گئیں اور کہا یارسول اللہ ﷺ میں اپنے کسی کام سے باہر نکلی تھی۔عمرؓ نے مجھے ایسے ایسے کہا (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہڈی موجود تھی۔آپ ﷺ نے اسے ہاتھ سے رکھا بھی نہ تھا کہ وحی آنے لگی (گویا یہ آیات مقدسہ نازل ہوئیں) وحی ختم ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

''انه قد اذن لكن ان تخرجن لحاجتكن''(۵۷)

(بے شک تمہیں اجازت دی گئی ہے کہ تم اپنی ضرورت کے لئے گھروں سے

باہر نکل سکتی ہو)

گویا اس شان نزول کے مطابق خواتین کو اپنی ضروریات و حاجات کے پیش نظر گھروں سے باہر جانے کی اجازت دی گئی۔

دوم: اس شان نزول کو علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (م ۱۲۲۵ھ) نے محمد ابن سعد (م ۲۳۰ھ) کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات قضاء حاجت کیلئے رات کو نکلتی تھیں۔ کچھ منافق انہیں ستاتے۔ ازواج مطہرات نے اس کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ منافقوں سے جب اس کی باز پرس کی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہم تو یہ حرکت باندیوں سے کرتے ہیں۔ آزاد عورتوں کو کچھ نہیں کہتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۵۸)

اسی طرح کی ایک اور روایت ہے۔ اس کے مطابق رات کے وقت چند منافق مدینہ منورہ کے راستوں میں گھوما کرتے تھے۔ جب رات کو عورتیں قضاء حاجت کیلئے گھروں سے نکلتیں تو راستے میں یہ ان کو ڈراتے تھے اگر عورتیں خاموش رہتیں تو یہ ان کے پیچھے لگ جاتے اور اگر وہ جھڑک دیتیں تو یہ رک جاتے۔ حقیقت میں ان کا مقصد باندیوں کو چھیڑنا ہوتا۔ چونکہ اس وقت باندی اور آزاد عورت کا ایک ہی لباس ہوتا یعنی قمیض اور اوڑھنی پہن کر سب ہی نکلتیں۔ اس لئے ان کی شناخت نہ ہوتی تھیں کہ کون باندی ہے اور کون آزاد عورت' اس لئے آزاد عورتیں اس زد میں آجاتی تھیں۔

عورتوں نے اس کی شکایت اپنے شوہروں سے کی اور شوہروں نے جا کر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ پھر آیت جلباب میں آزاد عورتوں کو باندیوں جیسا لباس پہن کر نکلنے کی ممانعت کر دی گئی۔ (۵۹)

امام فخر الدین رازیؒ (م ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں آزاد عورتیں اور باندیاں چہرہ کھول کر نکلتی تھیں۔ فاسق و فجار رات کے وقت ان کے پیچھے دوڑتے (اس معاشرے میں یہ حرکت معیوب نہیں سمجھی جاتی تھی جیسے آج ہمارے معاشرے میں محققین کے ساتھ نوجوانوں کے مزاح کو برا نہیں سمجھا جاتا) تب اللہ تعالی نے آزاد عورتوں کو جلباب اوڑھنے کا حکم فرمایا۔ (۶۰)

اس آیت کے الفاظ اور شان نزول سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حکم جلباب کا مقصد مسلمانوں سے پردہ کرنا نہیں تھا اور نہ ہی اس حکم سے مقصود عام حجاب تھا بلکہ اس حکم کا مقصد منافق اوباشوں کے سامنے مسلم خواتین کی آزاد حیثیت کا اظہار کرنا تھا تا کہ وہ انہیں چھیڑنے سے باز رہیں اور مسلم خواتین ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ اگر جلباب کا مقصد محض پردہ ہوتا تو آیت میں ''ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ'' کے الفاظ نہ ہوتے۔

بہرحال آیت کے ظاہری الفاظ یہ واضح کرتے ہیں کہ یہ آیت دو حصوں پر مشتمل ہے- پہلا حصہ "یا اَ یُّھَاالنَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ "پر

جبکہ دوسرا حصہ" ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَایُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْراً رَّحِیْمًا" پر مشتمل ہے-

آیت کے پہلے حصے میں تمام مسلمان خواتین کو جلباب اوڑھنے کا حکم دیا گیا جبکہ دوسرے حصے میں اس حکم کی وجہ ضرورت اور مقاصد وفوائد بیان کیے گئے-

ہمارے ہاں اس آیت کے پہلے حصے پر عموماً زیادہ زور دے کر اسی سے حکم کا استدلال کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے حصے کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے حالانکہ دوسرے حصے کا پہلے حصے سے گہرا تعلق ہے- محض پہلے حصہ کو دلیل کے طور پر پیش کرنا ایسے ہی ہے جیسے قرآن مجید سے "لا تقربواالصلوٰة" (نماز کے قریب نہ جاؤ) پیش کیا جائے اور "وانتم سکاری "(اور جب تم نشہ میں ہو) کے الفاظ کو نظر انداز کر دیا جائے-

بہرحال اس آیت میں حکم اور اس کی وجہ ضرورت کو بیان کیا گیا ہے- یہ وہ قرآنی اسلوب ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں اور بھی کئی مقامات پر ملتا ہے- مثلاً سورۃ النساء میں ہے:

> "فانکحواماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الاتعدلوافواحدةاوماملکت ایمانکم ذلك ادنی الاتعولوا"(۶۱)
>
> (اور عورتوں میں جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کر لو دو دو' تین تین' چار چار سے لیکن اگر تم برابری نہ سکو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی باندی- اس حکم میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے) گویا اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اگر تم ایک ہی بیوی کی طرف جھک جانے کا خطرہ محسوس کرو تو ایک ہی عورت سے نکاح پر اکتفا کرو اور اگر ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل کی طاقت رکھتے ہو تو ایک سے زیادہ عقد کر سکتے ہو-

ایسا ہی اسلوب قرآن مجید میں سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۱' سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۸۲ اور سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۰۸ میں اختیار کیا گیا ہے جس کا آسانی مطالعہ کیا جا سکتا ہے-

سورۃ الاحزاب کی اس آیت میں جلباب اوڑھنے کے یہ مقاصد بیان کیے گئے ہیں ان میں ایک مقصد دوسرے کے تابع ہے-

۱- معرفت حرۃ --یعنی آزاد عورت ہونے کی پہچان

۲- عدم ایذاء حرۃ --یعنی آزاد عورتوں کو چھیڑ خانی سے تحفظ اور ڈیل ڈول وغیرہ متوازن جسم والی خواتین کیلئے جلباب کی ضرورت-

مقصد اول: آزاد عورت کی پہچان کا مفہوم سمجھنے کیلئے عربوں کی معاشرتی زندگی کا مختصر تعارف ضروری ہے-اس حکم کے نزول کے وقت عرب میں دو قسم کی خواتین تھیں:

(i) پیشہ ور (ii) شریف زادیاں

ان خواتین کے لباس کے حوالے سے علامہ محمود شکری آلوسی (م ۱۹۲۴ء) نے لکھا ہے:

''عربوں میں ہر طبقہ کا الگ لباس تھا-عربوں کے بادیہ نشین وہ لوگ تھے جو کوچ کرتے رہتے اور ایک مقام پر قیام نہ کرتے تھے-وہ بالعموم سلا ہوا کپڑا پہنا کرتے تھے-سروں پر تاج کے طور پر عمامہ باندھتے - رہے شہر اور مکانوں کے رہنے والے وہ مختلف قسم کا لباس پہنا کرتے تھے-ان کے یہاں چادریں بھی مختلف ہوتیں- چنانچہ کاہن رنگا ہوا کپڑا نہ پہنا کرتے تھے''

............شریف زادیوں کا الگ لباس تھا-

غلاموں کا ایک لباس تھا-اسی طرح پیشہ والی عورتوں کا بھی ایک لباس تھا-(۶۲)

پیشہ وار خواتین سے مراد وہ عورتیں تھیں جو قحبہ گری کرتیں جبکہ شریف زادیاں دو طرح کی تھیں:

(i) باندیاں (ii) آزاد عورتیں

باندیاں: ان سے مراد وہ عورتیں تھیں جو گھروں میں بطور خادمہ کام کرتیں-یہ اپنے معاملات طے کرنے میں خود مختار نہ ہوتیں بلکہ ان کے مالک ان کے تمام معاملات کے ذمہ دار ہوتے-ان کی باقاعدہ خرید و فروخت ہوتی-ان سے باقاعدہ نکاح کی بھی ضرورت نہ ہوتی-مالک اپنی مرضی سے اس کو فروخت کرتا یا کسی کو تحفہ میں دے دیتا-یہ اپنے افعال میں مکمل طور پر اپنے مالک کے تابع ہوتیں-

آزاد عورتیں: ان سے مراد وہ خواتین تھیں جو اپنے معاملات طے کرنے میں خود مختار ہوتیں یا ان کے والدین و دیگر عزیز و اقارب ان کے معاملات نمٹاتے-ان سے باقاعدہ نکاح کا انعقاد ہوتا اور یہ زنا سے مکمل طور پر اجتناب کرتیں-

عہد رسالت مآب ﷺ میں خواتین کے یہ تین درجے تھے:

(i) ازواج مطہرات (ii) عام عورتیں (iii) باندیاں

ازواج مطہرات: ان سے مراد رسول اکرم ﷺ کی ازواج ہیں-وہ ازواج جنہوں نے اپنی مکمل

زندگی آپ ﷺ کی زوجیت میں گزاری- اللہ تعالی نے انہیں متعدد فضائل و خصائص سے عام خواتین میں ممتاز فرمایا- اس ضمن میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

"یانساء النبی لستن کاحد من النساء" (۶۳)

(اے نبی (ﷺ) کی ازواج آپ عام عورتوں کی طرح نہیں ہو)

لہذا یہ ازواج مطہرات معاشرتی اور دینی زندگی میں مسلم خواتین کیلئے ایک نمونہ تھیں- شرعی احکام میں بعض خصوصی احکام ان سے متعلق ہیں جن کا ذکر سورۃ الاحزاب میں ہے- (۶۴)

عام خواتین: ان سے مراد وہ تمام آزاد مسلم خواتین ہیں جن کا تعلق خاندانی لحاظ سے صحابہ کرامؓ کے ساتھ تھا-

باندیاں: ان سے متعلق پہلے تحریر کر دیا گیا ہے-

حکم جلباب کے یہ دو مقاصد ہیں:

اول: معرفت حرۃ کی ضرورت: اگرچہ اسلام میں کسی بھی طبقہ کی خواتین کے ساتھ نازیبا حرکات کرنا ممنوع، قبیح اور سخت مذموم تھا لیکن اس معاشرے کے تقاضوں کے مطابق صرف آزاد عورتوں کو منافقین کی اس شر سے محفوظ رکھنے کیلئے یہ اقدامات کیے گئے- چنانچہ اس مقصد کیلئے تمام مسلم خواتین سے فرمایا گیا کہ وہ اپنے گھروں سے باہر نکلتے وقت جلباب اوڑھ لیا کریں- اس کے بعد آزاد عورتوں نے جلباب اوڑھنا شروع کر دیا اور باندیوں کو جلباب اوڑھنے سے منع کر دیا- (۶۵)

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اگر خواتین نے جلباب اوڑھا ہوتا تو شرارتی لوگ آپس میں کہتے:

"ھذہ امۃ فوثبوا علیھا" (۶۶) (یہ لونڈی ہے اور اس کی طرف کود پڑتے)

خواتین کو بطور آزاد عورت پہچان کرانا اس وقت کی معاشرتی ضرورت تھی- اس پر خواتین نے باقاعدہ عمل کیا کیونکہ اس پر عمل نہ کرنا خود کو معاشرتی طور پر نیچے گرانا (Degrade) کرنا تھا- لہذا حکم کا تعلق تقوی؛ پرہیزگاری اور صالحیت کے ساتھ ہرگز نہ تھا-

جلباب: قرآن مجید میں جلباب اوڑھنے کا باقاعدہ حکم دیا گیا- لہذا جلباب کا عربی لغت میں مفہوم بیان کرنا ضروری ہے:

جلابیب کی واحد جلباب ہے- علامہ اسماعیل بن حماد جوہری (م ۳۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ "الجلباب ملحفۃ" (۶۷) جلباب ملحفہ ہے یعنی لحاف اور کمبل کی طرح وسیع و عریض چادر یعنی وہ چادر جسے عورت کمبل کی طرح اوپر اوڑھ لیتی ہے-

"ھذہ حرۃ فکفوا عنھا" (یہ آزاد عورت ہے اور اس سے رک جاتے اور اگر کسی عورت

نے جلباب نہ اوڑھا ہوتا تو وہ کہتے:

امام راغب اصفہانی (م۵۰۲ھ) فرماتے ہیں: جلباب کا اصل معنی کسی چیز کو ہنکانا یا چلانا ہے لیکن یہ قمیص یا چادر کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔(۶۸)

علامہ زمخشری (م۵۲۸ھ) نے لکھا ہے:

''جلباب خمار سے بڑے کپڑے کو کہتے ہیں۔عورت اسے اپنے سر پر ڈال کر باقی حصہ اپنے سینے پر ڈال دیتی ہے''(۶۹)

بقول ابن منظور (م۷۱۱ھ) جلباب ازار تہمد ہے یعنی وہ چادر جو کمر پر باندھی جاتی ہے یا وہ چادر جس سے تمام جسم کو ڈھانپ لیا جاتا ہے۔(۷۰)

جلباب کا ذکر عہد جاہلی کی شاعری میں بھی ملتا ہے جیسے عمرو ذی الکلب کی بہن جنوب نے کسی عورت کے مرثیہ پر یہ کہا ؎

تمشی النسور الیه وهی لاهیة مشی العذاری علیهن الجلابیب(۷۱)

(مرنے کے باوجود نسور اس کی طرف چلتی ہے اور وہ ان کنواریوں کے ساتھ مل کر چلتی ہے جن پر جلباب ہیں)

ان مفاہیم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جلباب اس بڑی چادر کو کہا جاتا ہے جس سے خواتین اپنے تمام جسم کو ڈھانپ لیتیں۔علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ اس جلباب کے دو محمل تھے:

۱۔ چادر کو پورے جسم پر لپیٹ لینا

۲۔ چادر کی ایک حد سے سر اور چہرے کو ڈھانپ لینا اور دوسرے حصہ سے باقی بدن کو ڈھانپ لینا۔(۷۲)

جلباب کی اس تاریخ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ جلباب اسلام کی ایجاد نہیں تھا بلکہ عرب معاشرے میں شریف زادیوں کی ایک علامت تھا جیسے عرب کے بادیہ نشین علامت کے طور پر سروں پر تاج کے طور پر عمامہ باندھتے تھے (جسے آج ہمارے معاشرے کے مردوں نے قدیم طرز زندگی کا حصہ سمجھ کر ترک کر دیا ہے) شہروں کے لوگ مختلف قسم کی چادریں استعمال کرتے۔(۷۳)

اسلام نے بھی اس وقت ضرورت کے پیش نظر شریف زادیوں کی اسی علامت کو برقرار رکھا اور اسے اوڑھنے کا باقاعدہ حکم فرمایا:

جلباب اوڑھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات، رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں اور تمام مسلم خواتین کو مخاطب کر کے دیا۔

ازواج مطہرات جن کیلئے چہرے کا حجاب فرض تھا انہوں نے فرضیت کے تقاضوں کے پیش نظر مطلقاً جلباب اوڑھنا شروع کیا اس کے بعد بلاشبہ بعض مسلم خواتین نے بھی جلباب کے اسی طریقے کو معمول بنالیا۔

جلباب کے مقصد اور طریق کار کو مفسرین نے مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مقصد جلباب کو اس طرح بیان فرمایا:

> ''ادنی ان یعرفن''(سے مراد ''الحرائر''(۷۴) ہے یعنی جلباب اوڑھنے کا مقصد خود کو آزاد عورت کے طور پر پہچان کرانا تھا۔

امام محمد بن جریر(م ۳۱۰ھ) نے امام مجاہد(م ۱۲۳ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے:

> ''فیعلم انهن حرائرفلایعرض لهن فاسق باذی من قول''(۷۵)
> (جلباب اوڑھنے کا مقصد یہ تھا کہ ان کی آزاد عورت کی حیثیت سے پہچان ہو اور کوئی فاسق انہیں زبانی یا عملی طریقے سے ایذا نہ دے)

امام فخرالدین رازیؒ(م ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ ''تعرفن'' سے مراد ہے کہ جلباب والی عورتیں زانیہ نہیں اور فاسق لوگ یہ جان لیں کہ جو خواتین ان فاسقوں کے سامنے اپنے چہرے کو برہنہ نہیں کرسکتیں وہ باقی جسم ان کے سامنے کس طرح ظاہر کرسکتی ہیں۔(۷۶)

اس عبارت سے اس وقت کے عرب معاشرے کی جنسی لحاظ سے عکاسی بھی ہوتی ہے کہ وہ معاشرہ آج کے معاشرے کے مقابلے میں اخلاقی لحاظ سے کس حد تک گرا ہوا تھا۔

علامہ ابن کثیرؒ(۷۷۶ھ) فرماتے ہیں:

> ''عرفن انهن حرائرلسن باماء ولاعواهر''(۷۷)
> (اس جلباب سے مقصود خواتین کی محض یہ پہچان تھی کہ وہ آزاد ہیں)

باندیاں اور پیشہ ور خواتین نہیں۔ نیز اس سے مقصود مومن عورتوں، جاہلی عورتوں اور باندیوں میں تمیز کرنا تھا۔ اس کی تائید امام بخاریؒ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نماز فجر ادا فرماتے:

> ''فیشهد معه نساء من المومنات متلفعات فی مروطهن ثم یرجعن الی بیوتهن مایعرفهن احد''(۷۸)
> (پس مومن عورتیں آپ کے ساتھ نماز ادا کرتیں اس حالت میں کہ ان کے سر چادروں سے ڈھکے ہوتے پھر نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے گھروں کو لوٹتیں تو کوئی

شخص انہیں نہ پہچانتا)

مروط کا واحد مرط ہے-ابن منظور کے نزدیک مرط ان سلے کپڑے کو کہا جاتا ہے-اسی طرح اونی وریشمی چادر کو بھی مرط کہتے ہیں-(۷۹)

علامہ وحیدالزماں قاسمی کے نزدیک مرط اس چادر کو کہتے ہیں جو کرتے کی جگہ اوڑھی جاتی ہے-(۸۰)

اس مفہوم سے واضح ہوا کہ مروط جلباب سے مختلف ہے-جلباب قمیض وسر پر کپڑا باندھ کر اوپر اوڑھا جاتا جبکہ مروط ایسی چادر ہے جو قمیص اور چادر دونوں کا کام دیتی ہے-امام بخاریؒ نے بھی اس حدیث کا باب ان الفاظ میں قائم کیا ہے-عورت کتنے کپڑوں میں نماز ادا کرسکتی ہے؟

قابل غور بات یہ ہے کہ یہی مومنات رات کے وقت جہاں اوباشوں سے خطرہ محسوس کرتیں وہاں آزاد عورت کی پہچان کرانے کی غرض سے جلباب اوڑھتیں اور جہاں یہ غرض نہ ہوتی اور نماز ادا کرنے مسجد نبوی شریف میں آتیں تو قرآن کے حکم جلباب کی بجائے مروط اوڑھتیں حالانکہ دونوں اوقات رات اور تاریکی کے ہوتے-

چونکہ جلباب اوڑھنے کا حکم ایک خاص مقصد وخاص ماحول کیلئے دیا گیا تھا-لہذا مومنات اس ماحول میں اس مقصد کے حصول کیلئے جلباب اوڑھتیں-یہ ان کا عام لباس نہ تھا-جلباب اوڑھنے کا طریقہ کیا تھا-اس کے بارے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حکم جلباب کے بعد عورتوں نے بڑی چادروں سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا اور ایک آنکھ راستہ دیکھنے کیلئے کھلی رکھتی-

امام محمد بن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) نے ادنی جلباب کی عملی صورت کے بارے مشہور تابعی حضرت عبیدہ السلمانی (م ۷۰ھ) سے پوچھا تو انہوں نے اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ ظاہر کی-(۸۱)

جلباب اوڑھنے کے ساتھ ساتھ عرب عورتیں اپنے سروں پر کالی چادروں کے ایک پیچ ڈالتیں-(۸۲)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ عورتوں کے سروں پر سیاہ چادریں ایسی اکٹھی ہوتیں جیسے کوا بیٹھا ہو-(۸۳)

جلباب کا یہ حکم عورتوں کو اس غرض سے چھپانے کا نہیں تھا کہ ان کا برہنہ منہ معاشرے میں فتنہ وفساد پیدا کرتا ہے-اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ باندیاں جو جسمانی خوبصورتی کے لحاظ سے آزاد عورتوں ہی کی طرح ہیں لیکن ان کا ستر مردوں کی طرح قرار دیا گیا-یہ وہ اپنے سر، بازو اور

پنڈلیوں تک کھلا رکھ سکتی ہیں-

مزید یہ کہ انہیں بیرونی زندگی میں بھی جلباب اوڑھنے سے سختی سے منع کیا گیا-حضرت انسؓ حضرت عمر فاروقؓ کی باندیوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

''کاشفات الرؤس ومضطربات البدن''(۸۴)

(ان کے سر کھلے ہوتے اور ان کے بدن ہلتے ہوتے)

حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے کہ دفار نامی ایک نقاب پوش باندی حضرت عمر فاروقؓ کے پاس سے گزری-آپؓ نے اس کا پردہ اتار دیا اور درہ اٹھا کر فرمایا:

''القی عنك الخمار یا دفار اتتشبهین بالحرائر''(۸۵)

(اے دفار اپنی اوڑھنی اتار دو کیا تو آزاد عورتوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں)

اس روایت میں خمار کا لفظ بھی قابل توجہ ہے کہ آپؓ نے جلباب نہیں فرمایا-خمار دوپٹہ یا چھوٹی چادر کو کہتے ہیں-اس سے دو باتیں واضح ہوئیں-ایک یہ کہ آزاد عورتیں عام زندگی میں بڑی چادر کی بجائے چھوٹی چادر بھی اوڑھتیں-دوم یہ کہ باندیوں کو خمار اوڑھنے سے بھی منع کیا گیا-حکم جلباب سے قبل یہ خمار اوڑھتی تھیں-اب وہ بغیر دوپٹے کے عام چلتی پھرتیں-

اسی حوالے سے امام ابوبکر جصاصؒ (م ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں حضرت عمر فاروقؓ باندیوں کو آزاد عورتوں کے لباس میں دیکھتے تو آپؓ ان سے فرماتے:

''اکشفن رؤسکن ولا تتشبهن بالحرائر''(۸۶)

(اپنے سروں کو کھول کر رکھو اور آزاد عورتوں کی مشابہت نہ کرو)

صدر اسلام میں لونڈیوں کے علاوہ مراھق (بلوغت کے قریب) لڑکیاں بھی عام حالات میں خمار نہیں اوڑھتی تھیں-علامہ ابومحمد علی بن احمد ابن حزم (م ۴۵۶ھ) نے ایک روایت نقل کی کہ قابوس بن ابی ظبیان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک لڑکی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دور میں باہر نکلی اور اس کا جسم متحرک تھا تو آپؓ سے اس لڑکی کی بابت کہا گیا-آپؓ نے فرمایا:

''انها لم تحض بعد''(الان)(۸۷)

کہ ابھی وہ بالغ نہیں ہوئی (اس لئے کہ وہ شرعاً خمار اوڑھنے کی مکلف نہ تھی)

حضرت عمر فاروقؓ جو دینی احکام میں بہت سخت تھے-آپؓ نے بھی باندیوں کے اس طرز زندگی کو معاشرتی فساد قرار نہ دیا-

جلباب کا یہ طریقہ چونکہ شریعت میں عام خواتین کیلئے ممنوع بھی نہیں تھا-لہذا مدینہ منورہ

سے غیر مسلموں کے اخراج کے باوجود بعض خواتین اسی طریق کو اپناتی رہیں۔

بہت سی عورتوں نے رسول اکرم ﷺ اور عام مسلمانوں کے سامنے اپنے چہرہ کو کھلا رکھا تو انہیں ڈھانپنے کے بارے نہیں کہا گیا۔ اس کی بیشتر مثالیں ملتی ہیں جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

بعض لوگ حجاب اور جلباب اوڑھنے کے حکم کو تقویٰ اور صالحیت کی بنیاد قرار دیتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ غلاموں اور باندیوں کیلئے متعدد شرعی احکام میں رعایت ہے لیکن کیا شریعت اسلامیہ میں کوئی مستحب امر ایسا ہے جس کی ادائیگی محض جنس تفریق کی بنا پر ممنوع قرار دی گئی ہو جیسے نفلی نمازوں میں سے کسی نماز کی ادائیگی سے غلاموں کو اس لئے روک دیا گیا ہو کہ غلام ہیں لہذا نماز اشراق ادا نہیں کر سکتے۔ نفلی روزوں میں سے کوئی روزہ رکھنے سے باندیوں کو اس لئے منع کر دیا گیا ہو کہ وہ باندیاں ہیں لہذا پندرہ شعبان کا روزہ نہیں رکھ سکتیں۔

اگر جلباب اوڑھنا حسن بعینہٖ اور مستحب امر ہوتا تو باندیوں کو جلباب اوڑھنے سے حکماً منع نہ کیا جاتا۔ چونکہ یہ حکم حسن بعینہٖ کی بجائے محض معاشرتی احوال سے متعلق تھا۔ لہذا انہیں جلباب اوڑھنے سے حکماً منع کر دیا گیا۔

احکام اسلامیہ میں سے ایسے احکامات کی مثالیں ملتی ہیں جن کا ذکر اگرچہ قرآن وحدیث میں ہے لیکن ان کا حکم مخصوص حالات اور عربوں کی مخصوص معاشرت کی بنا پر دیا گیا۔ جیسے سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ میں بیان کردہ مصارف زکوٰۃ میں سے ایک مصرف غلاموں کی آزادی ہے لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس مصرف کا حکم خود بخود مرفوع ہو گیا۔

مؤلفۃ القلوب کو تو حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں ہی عدم ضرورت کی بنا پر مصارف زکوٰۃ سے خارج کر دیا تھا۔ ایسے ہی احادیث میں بھی کئی ایسے احکام ہیں جو مخصوص حالات ومقاصد کیلئے دیے گئے اور آج اہل علم نے ان پر عمل کرنا ضروری قرار نہیں دیا جیسے رسول اللہ ﷺ نے قتل کلاب کے بارے فرمایا:

''اقتلوا الاسود البھیم'' (۸۸) (سیاہ رنگ کے کتوں کو قتل کر دو)

قتل کلاب کے اس حکم کے بارے قاری محمد طیب نے لکھا ہے:

> ضعف علت کی وجہ سے حکم میں بھی ضعف آجاتا ہے جیسے شریعت نے کتوں کے قتل عام کا حکم دیا جس کی علت کتے کی محبت تھی جو اہل جاہلیت کے ذہنوں میں رچی ہوئی تھی......اس علت کے استیصال کیلئے شریعت نے ابتداء کتے کی جنس کے قتل عام کا حکم صادر کیا مگر جوں جوں محبت کم ہوتی رہی دوں دوں اس حکم کی شدت بھی

ختم ہوتی رہی۔ ابتداً اگر کتا واجب القتل تھا جب محبت کم ہوگئی تو یہ حکم سیاہ کتوں تک محدود ہوگیا۔ جب محبت کا یہ درجہ بھی نکل گیا تو حکم ممانعت بھی اٹھ گیا...... قتل کلاب کا حکم ان کی محبت سے بچانے کی ایک تدبیر تھا۔ خود بذاتہ مقصود نہ تھا ورنہ منسوخ نہ کیا جاتا (۸۹)

قاری محمد طیب (م۱۹۸۳ء) نے اپنی کتاب ''شرعی پردہ'' میں بنیادی علتوں کی چند مثالیں دی ہیں ان میں ایک مثال تصویر کے بھی دی ہے۔ تصویر کے حوالے سے آپ نے لکھا ہے کہ ''ممنوعات شرعیہ کے سلسلہ میں تصویر کی ممانعت ایک حکم شرعی ہے''

جس کی بنیادی علت صورت پرستی اور حقیقت بیزاری کا انسداد ہے جس کا نام شرک ہے۔ اس سے بچنے کیلئے تصویر کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ تصویریں تاریخی طور پر ہمیشہ شرک و بت پرستی اور حقیقت بیزاری کی بنیاد ثابت ہوئی ہے...... پس ممانعت تصویر کا حکم درحقیقت علت شرک کے دفعیہ کی ایک تدبیر ہے خود بذاتہ مقصود نہیں اور نہ ہی تصویر بذاتہ قبیح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں شرک کا کوئی واہمہ اور امکان نہ ہو وہاں یہ حکم ممانعت بھی باقی نہیں رہے گا۔ (۹۰)

جس طرح علت کی موجودگی اور عدم موجودگی احکام میں ضعف وتغیر کا باعث ہوتی اسی طرح سبب کی موجودگی اور عدم موجودگی سے بھی احکام کا اجراء وارتفاع ہوتا ہے۔ نص قرآنی کے مطابق جس طرح فرائض نماز کی فرضیت کا سبب حکم ربانی کے علاوہ وقت کا ہونا بھی ہے۔ اسی طرح جلباب کے وجوب کا بھی سبب حکم الٰہی کے علاوہ آزاد عورت کی پہچان کرانا ہے۔ اگر نماز کا وقت یعنی سبب نہ ہو تو حکم ہونے کے باوجود ادائیگی نماز کا عمل متقاضی نہیں ہوتا اسی طرح حکم جلباب کے باوجود اس کا سبب آزاد عورت کی پہچان اور اس بنا پر ایذا رسانی اگر نہ پایا جائے تو اس حکم کا عملی تقاضا بھی مرفوع ہو جائے گا۔

چونکہ آج ہمارے معاشرہ میں یہ سبب موجود نہیں لہذا یہاں اس آیت کا حکم بھی مرفوع ہوگا۔ قرآن مجید میں متعدد احکام ایسے ہیں جن کی شرعی حیثیت مباح کی ہے جیسے ارشاد ہوتا ہے ''وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا'' (۹۱) یعنی جب تم احرام کھول دو تو شکار کرنا تمہارے لئے جائز ہے۔ مفسرین کے نزدیک یہاں شکار کرنے کا حکم اباحت کیلئے ہے۔ ایسے ہی سورۃ الجمعہ میں ہے:

''فاذاقضیت الصلوٰۃ فانتشروافی الارض وابتغوامن فضل اللّٰہ'' (۹۲)

پھر جب نماز (جمعہ) ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو)

یہاں بھی کاروبار معاش جاری رکھنا مباح ہے۔

ان مثالوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ چونکہ آج ہمارا معاشرہ صرف آزاد عورتوں پر ہی مشتمل ہے۔ نیز باندیوں کا وجود ناپید ہے۔ خواتین میں کوئی ایسی معاشرتی یا طبقاتی تقسیم بھی نہیں ہے جس کا اظہار جلباب اوڑھنے سے ہوتا ہو اور نہ ہی اس مخصوص انداز سے جلباب اوڑھنا عزت وتکریم کا کوئی خاص معیار ہے۔ لہذا یہ حکم عصر حاضر میں مرفوع اور مباح کہلائے گا۔

حکم جلباب واجب سمجھنے والوں کے نزدیک طریقہ جلباب بھی وہی اختیار کرنا چاہیے جو کتب تفاسیر واحادیث میں بیان کیا گیا ہے یعنی خواتین کو سر پر چادر کا ایک بل ڈال کر منہ پر اس انداز سے چادر ہو کہ صرف ایک آنکھ کھلی ہو۔

اس طریقہ کے مطابق پاکستان میں شاید ہی کوئی عورت جلباب اوڑھتی ہو۔ ہمارے ہاں مکمل چہرہ ڈھانپا جاتا ہے یا دونوں آنکھیں کھلی رکھی جاتی ہیں یا پھر چوتھائی یا نصف چہرے پر نقاب کیا جاتا ہے۔

حجاب کی یہ تمام صورتیں صدر اول کی بعض صحابیات کے عمل سے بالکل مطابقت نہیں رکھتیں۔ ان اہل علم کو ان صورتوں کو غیر شرعی قرار دے کر انہیں اختیار کرنے سے روکنا چاہیے اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھنے کے عمل کو رائج کرنا چاہیے۔

اس آیت کا یہ تفسیری مفہوم شاید دیگر کتب تفاسیر میں نہ ملے لیکن کسی تفسیری مفہوم کو محض اس بنا پر رد کر دینا کہ یہ مفہوم معروف تفسیر کے خلاف ہے' دانائی نہیں بلکہ ایسا کہنا قرآن حکیم کی عالمگیر فکری دعوت کے خلاف ہے۔ مزید یہ کہ یہ تفسیری مفہوم قرآن حکیم' احادیث مبارکہ اور آثار وتعامل صحابہ سے ہی ماخوذ ہے۔

<u>مقصد دوم: عدم ایذ حرہ</u>: اس آیت کے حکم کا دوسرا مقصد عدم ایذا حرہ ہے۔ یعنی آزاد عورتوں کو معاشرے میں چھیڑ خانی سے تحفظ ملنا۔ اس مقصد کو سورۃ الاحزاب میں ''فلا یؤذین'' کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی منافق اور شرارتی لوگ تمہیں جلباب میں دیکھ کر آپ کو بطور آزاد عورت کے پہچان جائیں گے تو پھر وہ آپ سے ایسے چھیڑ خانی نہیں کریں گے جیسے وہ باندیوں سے کرتے ہیں۔

اس بنیاد پر اس مقصود کا حصول آج کے معاشرے میں مفقود ہے ہاں اگر کسی مقام پر کسی عورت کو آج بھی حفاظت کیلئے جلباب اوڑھنے کی ضرورت محسوس ہو تو اسے ضرور اوڑھنی چاہیے۔ لیکن جس طرح عورت کی طرف نظر پڑنے یا دیکھنے میں فتنہ کی موجودگی کو محسوس کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے میں شریعت اسلامیہ نے مرد کو اختیار دیا ہے اسی طرح کسی بھی قسم کی معاشرتی ایذا سے تحفظ کیلئے جلباب کی ضرورت محسوس کرنے میں بھی عورت کو اختیار ملنا چاہیے کہ وہ کہاں جلباب اوڑھے اور کہاں نہ اوڑھے کیونکہ اس حوالے سے آج ہمارا معاشرہ اس وقت کے عرب معاشرے سے یکسر مختلف ہے۔

عورت کے ساتھ اگر اس کا کوئی محرم ہو اس وقت حفاظت کیلئے چادر کی ضرورت نہیں رہتی۔
اسی حوالے سے امام قرطبی فرماتے ہیں:

''امر اللہ سبحانہ جمیع النساء بالستروان ذلک لایکون الابمالا یعف جلدھاالااذا کانت مع زوجھافلھاان تلبس ماتشاء''(۹۳)
(اللہ تعالیٰ نے تمام خواتین کو اپنا جسم ڈھانپنے کا حکم دیا ہے اور ایسے لباس سے احتراز ضروری ہے جس میں اس کا جسم نمایاں ہو۔اس کے علاوہ جب وہ اپنے شوہر (یا کسی بھی محرم) کے ساتھ ہو تو پھر جو لباس چاہے پہن سکتی ہے)

یعنی اس حالت میں اسے محض چادر سے اپنے تحفظ کی ضرورت نہیں یا اپنے تحفظ کیلئے چادر اوڑھنا ضروری نہیں کیونکہ اس کا محرم اس کے ساتھ ہوتا ہے۔اگر عورت کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو تو حجاب کا حکم مرفوع ہو جاتا ہے۔اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔حضرت فضل بن عباسؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھے۔قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت فضلؓ اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضلؓ کی طرف دیکھنے لگی۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت فضل بن عباسؓ کا منہ دوسری طرف پھیر دیا۔عورت نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ فریضہ حج نے میرے باپ کو بڑھاپے میں پایا۔وہ سواری پر نہیں بیٹھ سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔(۹۴)

اس حدیث کے جواب میں عبداللہ محدث روپڑی (م۱۹۶۳ء) نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر نے قوی سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے جس میں انہوں نے بیان کیا کہ اس عورت کا باپ ساتھ تھا اور اس کی غرض نکاح کی تھی اور ظاہر ہے کہ نکاح کی غرض سے دیکھنا' دکھانا جائز ہے۔اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔حدیث میں باپ سے مراد اس کا دادا ہے اور یہ عورت اکیلی نہیں تھی اس کے باپ نے اس کو مسئلہ دریافت کرنے کیلئے ننگے منہ پیش کیا۔جس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھ کر نکاح کیلئے پسند کر لیں مگر رسول اللہ ﷺ کی مرضی نہ ہوئی (۹۵)

حکم جلباب کا ایک مقصد شان نزول کی اس روایت سے بھی ہوتا ہے جس کا تعلق ام المؤمنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے ہے یعنی کوئی ایسی عورت جس کا جسم ڈیل ڈول والا ہو بالفاظ دیگر اس کا جسم غیر متوازن ہو تو اسے گھر سے باہر نکلتے وقت جلباب ضرور اوڑھنی چاہیے۔اس لئے کہ عام لباس پہننے کے

باوجود اس کی جسمانی ساخت مستور نہیں ہوتی۔لہذا بڑی چادر سے اس کا جسم مکمل طور پر چھپ جائے گا۔
اس آیت کے حوالے سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۱ میں فرمایا گیا ہے:
''ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا''
(اور عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوئے اس کے جو ظاہر ہے)
اس آیت میں عورتوں کو جو چہرے اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم کے ستر کا حکم دیا گیا ہے۔سورۃ الاحزاب کی اس آیت جلباب میں اس سے زائد حکم بیان کیا گیا ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہروں کو بھی پلو سے ڈھانپ کر رکھیں۔
یہ استدلال عجیب اس لئے ہے کہ سورۃ الاحزاب شوال ۵ھ میں نازل ہوئی جب کہ سورۃ النور کا زمانہ نزول اواخر ۶ھ ہے۔سورۃ الاحزاب کا ترتیب نزول کے لحاظ سے ۹۰ نمبر ہے جبکہ سورۃ النور کا نمبر ۱۰۲ ہے۔گویا ان کے درمیان بارہ سورتیں نازل ہوئیں۔لہذا ۶ھ میں نازل ہونے والے حکم میں کسی رعایت کو ۵ھ میں دیے جانے والا حکم کیسے ختم کر سکتا ہے۔یہ تو ایسے ہی ہے جیسے قیام پاکستان کے بعد پیدا ہونے والا انسان تحریک قیام پاکستان کا ممبر بنا دیا جائے جو کہ ناممکن ہے۔البتہ ۵ھ میں دیے جانے والے حکم میں کسی پابندی کو ۶ھ میں نازل ہونے والا حکم ختم کر سکتا ہے یا کم کر سکتا ہے۔لہذا یہ استدلال درست ہوگا کہ حجاب کے عمومی تصور کے مطابق آیت جلباب میں خواتین کو جو حکم حجاب دیا گیا ہے اس میں تخفیف سورۃ النور کی ۳۱ نمبر آیت میں کر دی گئی ہے یعنی پہلے چہرے کے حجاب کا حکم دیا گیا۔سورۃ النور میں چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔
حجاب کے حوالے سے بعض اہل علم نے یہ فکر بھی پیش کی ہے کہ حجاب خوبصورت عورت کیلئے لازم ہے۔بدصورت عورت کیلئے لازم نہیں۔(۹۶)
اس فکر کے علماء نے یہ واضح نہیں کیا کہ خوبصورتی اور بدصورتی کا معیار کیا ہے۔دنیا میں کون انسان ہے جو خود کو بدصورت تصور کرتا ہے۔کیا اسلامی ممالک میں سرکاری سطح پر کوئی ایسا ادارہ ہونا چاہیے جو عورتوں کو ایسا سٹیفکیٹ جاری کرے تاکہ وہ اس کے مطابق حکم جلباب پر عمل کریں۔اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بدصورت کہنا کس کے اختیار میں ہے۔اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو پسند کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تو انسان کو دیا ہے لیکن کسی دوسرے انسان کو بدصورت کہنے کا اختیار کسی کو نہیں دیا۔اللہ تعالیٰ نے تمام صورتیں خوبصورت بنائی ہیں۔ارشاد ربانی ہے:
''اَللّٰہُ الَّذِی جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً وَّصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ''(۹۷)

(اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنا دیا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں)

سورۃ التغابن میں بھی فرمایا گیا:

''وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ''(۹۸)

(اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں)

اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ان اچھی اور حسین صورتوں کو ہم بدصورت کہہ دیں تو تعجب ہے۔لہذا س حوالے سے حجاب کی تقسیم نامناسب ہے۔

لہذا نہ بدصورت پر حجاب ہے اور نہ ہی خوبصورت پر حجاب لازم ہے۔

تیسری دلیل: عمومی تصور حجاب کے اثبات کیلئے تیسری دلیل سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۰-۳۱ ہے جن کے الفاظ یہ ہیں:

''قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْامِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْافُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَذْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌبِمَايَصْنَعُوْنَOوَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّامَاظَهَرَ مِنْهَاوَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْاٰبَائِهِنَّ اَوْاٰبَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْاَبْنَائِهِنَّ اَوْاَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْاِخْوَانِهِنَّ اَوْبَنِىْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوبَنِى اَخَوَاتِهِنَّ اَوْنِسَائِهِنَّ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِا لتَّابِعِيْنَ غَيْرِاُولِى الْاِرْبَةِمِنَ الرِّجَالِ اَوِالطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَايَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْااِلَى اللهِجَمِيْعًااَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ''(۹۸)

(آپ مسلمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔یہ ان کیلئے بہت پاکیزہ ہے۔بے شک اللہ ان کاموں کی خبر رکھنے والا ہے جن کو تم کرتے ہو اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی شرمگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زیبائش کو صرف اپنے شوہروں پر ظاہر کریں یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے شوہروں کے باپ

دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی خواتین پر یا اپنی مملوکہ باندیوں (نوکرانیوں) پر یا اپنے ان نوکروں پر جن کو عورتوں کی شہوت نہ ہو یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں اور اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان کے پاؤں کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جس کو وہ چھپائے رکھتی ہیں اور اے مسلمانوں تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ)

یہ آیات سورۃ النور سے ہیں۔ اس سورت کا نزول ۶ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا اور ترتیب نزول کے لحاظ سے اس کا نمبر ۱۰۲ ہے۔ (۱۰۰)

درحقیقت یہ آیت عمومی تصور حجاب کی براہ راست دلیل نہیں بلکہ اس تصور حجاب کی براہ راست دلیل ہے جس میں چہرے کے حجاب کو واجب کی بجائے مباح یا مستحب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس تصور میں ''مَاظَهَرَ مِنْهَا'' سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں۔

عمومی تصور حجاب کے ماننے والے اس دلیل پر یہ اعتراض کرتے ہیں:

i- اس آیت میں احکام حجاب کی رخصتوں کا ذکر ہے نہ کہ احکام حجاب کی پابندیوں کا۔ ان رخصتوں میں کہیں عام لوگوں یا غیر مردوں کا ذکر آیا ہے کہ ان سے بھی اظہار زینت کی کوئی پابندی نہیں؟ لہٰذا اگر ان حضرات کے مصداق ''مَاظَهَرَ مِنْهَا'' سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہی لیے جائیں تو بھی چنداں فرق نہیں پڑتا۔ اس آیت میں مذکور اشخاص کے سامنے ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہی کا تو ذکر ہے۔ (۱۰۱)

اسی آیت کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد نے لکھا ہے:

''جلباب یا نقاب گھر کے باہر کے پردے (حجاب) سے متعلق ہے جس پر سورۃ الاحزاب میں احکام تفصیل سے آ گئے۔ اب ذہن میں رکھیے کہ گھر کے اندر کے پردے (حجاب وستر) کے احکام سورۃ نور کی آیت نمبر ۲۷ تا ۳۱ میں دیئے گئے ہیں'' (۱۰۲)

خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ اس آیت کے احکام کا تعلق مسلم خواتین کی گھریلو اور نجی زندگی سے ہے۔ بیرونی زندگی سے نہیں۔ نیز ''مَاظَهَرَ مِنْهَا'' سے مراد ہاتھ و چہرہ ہی ہے اور کوئی عضو نہیں۔

ii- زینت سے مراد لباس ہے اعضاء تو محاسن ہیں اور حسن کی بجائے زینت کا لفظ بولا گیا ہے۔ اس میں عمومیت زیادہ ہے۔ (۱۰۳)

<u>جائزہ:</u> اب ان آیات سے متعلق اعتراضات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

اعتراض اول:

اس آیت کے حوالے سے پہلا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اس آیت کا تعلق مسلمانوں کی گھریلو اور نجی زندگی کے ساتھ ہے حالانکہ متعدد شواہد سے واضح ہوتا ہے کہ اس آیت کا تعلق محض گھریلو زندگی سے نہیں ہے بلکہ بیرونی زندگی سے بھی ہے- اس کیلئے اولاً اس آیت کا شان نزول ملاحظہ کیجیے:

علامہ آلوسیؒ (م ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا مدینہ منورہ کے کسی راستے سے گزر ہوا- اس نے راستے میں ایک عورت کو دیکھا- پھر اس عورت نے بھی اس شخص کو دیکھنا شروع کیا- دونوں کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ ڈالا- پھر وہ ایک دوسرے کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے لگے-

اسی دوران ایک شخص نے انہیں دیکھا تو اس شخص نے عورت کی طرف دیکھنے والے شخص کی ناک زخمی کر دی تو اس نے کہا خدا کی قسم میں اس کے خون کو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد صاف کروں گا- پھر وہ شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی سرگزشت سنائی- آپ ﷺ نے واقعہ سن کر اپنے تشریعی اختیارات کے پیش نظر فرمایا ''ھذہ عقوبۃ ذنبک'' (یہ تیرے گناہ کی سزا ہے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مقدسہ نازل فرمائی- (۱۰۴)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں بعض عجمی خواتین عام راستوں میں اس طرح چلتیں کہ ان کا سر اور سینہ ڈھانپا ہوا نہ ہوتا تو اس حوالے سے یہ حکم نازل ہوا کہ مرد اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں-

ان روایات سے یہ ظاہر ہوا:

- i- شان نزول سے متعلق واقعات کا تعلق بیرونی زندگی سے ہے نہ کہ گھریلو زندگی سے-
- ii- آیت جلباب کے نزول کے بعد بھی مسلم خواتین بغیر حجاب کے گھروں سے باہر نکلتیں-
- iii- رسول اکرم ﷺ نے اس خاتون کے بغیر حجاب گھر سے باہر نکلنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا-
- iv- شریعت اسلامیہ میں اصل گناہ غیر محارم کا باہم بے مقصد پسندیدگی کی نظر سے دیکھنا اور غض بصر کے حکم پر عمل نہ کرنا ہے نہ کہ عورت کا حجاب کے بغیر باہر نکلنا- اس لیے مرد سے فرمایا کہ یہ تیرے گناہ کی سزا ہے-

اعتراض کے حوالے سے دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان علماء کے نزدیک ''مَاظَھَرَ مِنْھَا'' سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہے اور کوئی عضو مراد نہیں- لہذا ایک عاقل، بالغ مسلمان عورت اپنے ہاتھ اور چہرے کے سوا کسی عضو کو اپنے محرموں کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتی جبکہ احادیث اور آثار صحابہؓ سے یہ

واضح ہوتا ہے کہ مسلمان عورت اپنے محرموں (جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے) کے سامنے ہاتھ وچہرے کے علاوہ اور بھی متعدد اعضاء کو بغیر ستر کے رکھ سکتی ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ام سلیم کی بہن حضرت الرمیصاءؓ (ام حرام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ان کے گھر) سوئے پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے تو اس وقت ام حرام اپنے سر کو دھو رہی تھیں۔ آپ ﷺ بیدار ہوئے تو ہنسنے لگے۔ رمیصاءؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ میرے سر کو دیکھ کر ہنس رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

حضرت ام حرام بنت ملحان اخت ام سلیم کا نام رمیصاءؓ تھا۔ آپؓ حضرت عبادہؓ بن صامت کی زوجہ تھیں۔ آپؓ کی رہائش قباء میں تھی۔ رسول اللہ ﷺ جب کبھی قباء تشریف لاتے تو ان کے ہاں ٹھہرتے۔ (۱۰۷)

ام حرام آپ ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں اور آپ ﷺ کی محرم تھیں۔ ۳۲ھ میں آپؓ کا انتقال ہوا۔ (۱۰۸)

یہ روایت حجۃ الوداع کے بعد کی ہے۔ (۱۰۹)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ حضرت ام حرامؓ کے گھر تشریف لائے۔ کھانا کھانے کے بعد ام حرامؓ آپ ﷺ کے سر مبارک کو ایسے دیکھنے لگیں جیسے ایک عورت دوسری عورت کے سر کے بالوں کو جوؤں سے صاف کرتی ہے۔ (۱۱۰)

علامہ ابوبکر احمد جصاصؒ (م ۳۷۰ھ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہؒ اپنی والدہ کے سر میں کنگھی کیا کرتے تھے۔ حضرت حسنؓ و حسینؓ جب اپنی بہن حضرت ام کلثومؓ کے ہاں جاتے تو بعض اوقات وہ اپنے سر میں کنگھی کر رہیں ہوتیں۔ (۱۱۱)

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عورت اپنے محرم رشتہ داروں کے سامنے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ دیگر اعضاء کو بھی کھلا رکھ سکتی ہے اور مرد کو بھی ان محرمات کے سامنے غض بصر کا حکم نہیں ہے۔ یہ بات خود رسول اکرم ﷺ اور حضرت حسنؓ و حسینؓ اور حضرت محمد بن حنفیہؒ کے عمل سے ثابت ہو رہی ہے۔

اسی بناء پر معروف تابعی حضرت ابراہیم نخعی (م ۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آدمی اپنی ماں، بہن، خالہ اور پھوپھی کے بالوں کو دیکھے۔

علامہ ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ فقہاء کے نزدیک عورت کا اپنے محرموں کے سامنے ہاتھ، چہرہ، گلہ، سینہ اور پنڈلی ظاہر کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ ہاتھ میں کنگن و چوڑیاں، گلے اور سینے میں ہار اور پنڈلی میں پازیب ہوتی ہے۔ گویا عورت اپنی زینت ظاہری کے ساتھ ساتھ زینت باطنہ (محاسن) کو

بھی ان لوگوں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے۔(۱۱۲)

علامہ ابوبکر علاؤالدین کاسانیؒ (م ۵۸۷ھ) اس ضمن میں فرماتے ہیں:

مرد کے لئے ان محارم رشتہ دار عورتوں کے بدن میں سے ان کے بالوں، ان کا سر، ان کے کانوں، ان کے سینے، ان کے بازؤ، ان کی پنڈلیوں اور ان کے قدموں کو دیکھنا جائز ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے"وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ ....

زینت کی دو اقسام ہیں۔ظاہری جیسے آنکھوں میں سرمہ ڈالنا اور انگلی میں انگوٹھی۔دوسری قسم باطنی قسم کی زینت جیسے بالوں کی چوٹی، کانوں کی بالیاں، سینے کا ہار اور پنڈلی کی پازیب لیکن اس جگہ زینت سے مراد زینت کے مواقع ہیں۔اللہ تعالی نے مطلقاً زینت کا ذکر کیا ہے جس کی بناء پر وہ ان دونوں اقسام کو حاوی ہوگا۔لہذا ظاہر نص سے ان کی طرف دیکھنا جائز ہے۔قریبی رشتہ دار محارم کے درمیان میل ملاقات میں عادۃ اختلاط ثابت ہے۔لہذا زینت کے مقامات ظاہر ہونے سے تکلیف کے سوا بچنا ممکن نہیں اور شرعاً حرج (تنگی اور تکلیف) کو دور کیا جاتا ہے۔یہ حکم اس لئے بھی ہے کہ محرم عورتوں کے ان مقامات کو دیکھنا اور ان کو چھونا شہوت کا باعث نہیں ہوتا بلکہ محبت وشفقت کی بنا پر ہوتا ہے۔اس لیے رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوے سے واپس آتے تو حضرت فاطمہؓ کے سر کو بوسہ دیتے تھے۔اگر گمان شہوت کا ہوتو ان محارم خواتین کو بھی دیکھنا اور چھونا جائز نہ ہوگا۔(۱۱۳)

علامہ غلام رسول سعیدی نے اسی حوالے سے علامہ محمد اسماعیل حقیؒ (م ۱۱۳۷ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے:

"اس آیت میں جن محارم کا ذکر کیا گیا ہے وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس عورت کے چہرے کو، اس کے سر کو، اس کی پنڈلیوں کو اور اس کے بازوؤں کو دیکھ سکتے ہیں اور اس کی پشت کو، اس کے پیٹ کو اور اس کی رانوں کو نہیں دیکھ سکتے۔کسی خاتون کے محارم کیلئے اس کو دیکھنا اس لئے جائز قرار دیا گیا ہے کہ محارم کا گھروں میں آنا جانا بہت زیادہ ہوتا ہے اور خواتین کو ان سے ملنے جلنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے"(۱۱۴)

ابن جریرؒ کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک عورت جس زینت کو اپنے محرم

کیلئے ظاہر کرسکتی ہے وہ بالیاں، ہار، کنگن ہیں- پازیبیں اور بازو کا زیور اور سر کے سارے بال اور سینہ- یہ صرف خاوند کیلئے ظاہر کرسکتی ہے-

اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے عبداللہ روپڑی محدثؒ نے لکھا ہے کہ حدیث سے محرم کے سامنے سر وغیرہ ننگا کرنا ثابت ہے- شاید ابن عباسؓ کو حدیث نہیں پہنچی ہوگی- (۱۱۵)

ان شواہد سے یہ واضح ہوا کہ اگر اس آیت میں دیئے گئے حکم کو گھریلو زندگی سے مخصوص کریں تو پھر ''اِلَّا مَاظَھَرَ مِنْھَا'' سے مراد صرف ہاتھ اور چہرہ نہیں کیونکہ محارم کے سامنے عورت کو قلت تکلیف'' آسانی اور عدم حرج کے پیش نظر مذکورہ اعضاء کو کھلا رکھنے کی اجازت ہے-

سورۃ النور کے ان الفاظ ''وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَلَایُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَاظَھَرَ مِنْھَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ ''یعنی مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی پاکدامنی کو قائم رکھیں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں پر غور کیا جائے تو زیادہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا حکم بیرونی زندگی سے متعلق قرار دیا جائے نہ کہ گھریلو زندگی سے' کیونکہ نگاہوں کو جھکانے اور اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرنے کا تعلق غیر محارم سے ہے اور عموماً بیرونی زندگی میں ہی غیر محارم سے واسطہ پڑتا ہے- ہاں اگر گھریلو زندگی میں بھی اس حکم کی ضرورت محسوس ہو تو گھر میں بھی اس حکم پر عمل کرنا ضروری ہوگا- لیکن اس حکم کو محض گھریلو زندگی تک محدود کر دینا حقیقت سے انحراف ہوگا-

''اِلَّا مَاظَھَرَ مِنْھَا'' سے کیا مراد ہے- آئمہ مفسرین' محدثین وفقہاء میں سے بعض کے نزدیک ہاتھ اور چہرہ ہے اور بعض کے نزدیک کپڑے- آئمہ کا یہ تفسیری اختلاف بھی اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اس آیت کا تعلق بیرونی زندگی سے ہی ہے کیونکہ محارم کے سامنے ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنے میں تو کسی کو بھی اختلاف نہیں-

آیت کے الفاظ ''وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ ''اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں بھی یہ صراحت کرتے ہیں کہ اس حکم کا تعلق باہر کی زندگی سے ہے کیونکہ اس حکم سے پہلے خواتین کے خمار اوڑھنے کا انداز اسلامی احکام ستر کے مطابق نہیں تھا-

<u>خمار:</u> خمار کا لفظ خمر سے ہے- علامہ مرتضٰی زبیدی (م ۱۲۰۵ھ) نے الخمر کا معنی الستر بیان کیا ہے- خمار کو خمار اس لئے کہتے ہیں کہ منشیات انسانی عقل کو مستور کر دیتی ہیں- خمار میں بھی ستر کا مفہوم ہے- خمار اس اوڑھنی کو کہا جاتا ہے جس سے عورت اپنے سر کو ڈھانپتی ہے- اس کی جمع خمر ہے- (۱۱۶)

اس آیت کے نزول سے قبل مسلم خواتین میں خمار اوڑھنے کا طریقہ یہ تھا کہ اوڑھنی کے پلو اپنی پشت پر لٹکا دیا کرتی تھیں (یہ طریقہ آج بھی بعض دوردراز دیہاتوں میں رائج ہے) اس طرح ان کی گردن، کان، اور سینہ وغیرہ ظاہر رہتے تھے۔ اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ خمار کے پلوؤں کو پشت کے پیچھے نہ ڈالو بلکہ انہیں اپنے گریبانوں پر ڈال دو تا کہ تمہارے سینے اور گردن وغیرہ لوگوں کی نظروں سے چھپ جائیں۔

پیر محمد کرم شاہؒ (م۱۹۹۸ء) فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور مردوں نے جا کر اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بہنوں کو سنائی تو اس وقت انہوں نے اس کی تعمیل کی اور اپنی ایک پرانی عادت کو چشم زدن میں چھوڑ کر اطاعت وانقیاد کی ایک نادر مثال پیش کی۔(۱۱۷)

اس مفہوم کی تائید حضرت دحیہ بن خلیفہؓ کی روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مصر سے کچھ کپڑے آئے (یہ کپڑے باریک اور سفید تھے) آپ ﷺ نے ان میں سے ایک کپڑا مجھے دیا اور فرمایا کہ اسے پھاڑ کر دو ٹکڑے کر لینا۔ ایک ٹکڑے سے اپنی قمیض بنالو اور دوسرا اپنی بیوی کو دو تا کہ وہ اس سے اوڑھنی بنالے۔ راوی نے کہا جب دحیہ نے پیٹھ پھیری تو آپ ﷺ نے دحیہ سے فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہنا کہ اس اوڑھنی کے نیچے ایک دوسرا کپڑا استعمال کرے تا کہ ستر مکمل ہو۔(۱۱۸)

گھریلو زندگی میں تو اوڑھنی کے ساتھ دوسرا کپڑا لگانے کی ضرورت ہی نہ تھی اس لئے واضح ہوا کہ اوڑھنی بیرونی زندگی کا بھی لباس تھا نہ کہ صرف گھریلو زندگی کا۔

مدینہ منورہ میں جلباب کے علاوہ اوڑھنی کا عام رواج تھا اور جس وقت اوباشوں سے خطرہ نہ ہوتا مدینہ کی خواتین جلباب کی بجائے اوڑھنی ہی کا استعمال کرتیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

"کن نساء المؤمنات یشھدن مع النبی صلوۃالفجر متلفعات بمروطھن ثم ینقلبن الی بیوتھن حین یقضین الصلوۃ لا یعرفن من الغلس"(۱۱۹)

(مومن عورتیں نبی ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز اس حالت میں ادا کرتیں کہ ان کی چادروں سے سر ڈھکے ہوتے اور جب ہم نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے گھروں کو واپس آتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پہچان نہ جاتیں)

مروط کے بارے علامہ فیروز آبادی نے لکھا ہے

"کساء من صوف او خز"(۱۲۰) (یعنی اون یا ریشم کی چادر)

اس روایت سے واضح ہوا کہ اوباشوں کے سامنے رات کے وقت آزاد عورت کی پہچان کیلئے جلباب کا حکم دیا گیا- صبح کے وقت نماز پڑھنے کیلئے مسجد کی طرف جاتے وقت اوباشوں کا خطرہ نہ ہوتا تو اب یہ یہ خواتین جلباب کی بجائے ریشمی یا اونی اوڑھنی اوڑھتیں-

عبدالرحمٰن کیلانیؒ کے ترجمہ کے مطابق ان چادروں سے خواتین صرف اپنے سروں کو ڈھانپتی، چہروں کو کھلا رکھتیں اور اندھیرے کی وجہ سے نہ پہچانی جاتیں-(۱۲۱)

بہرحال اس حدیث میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسلم خواتین باہر کی زندگی میں بھی جلباب کی بجائے چھوٹی چادریں اوڑھتیں- مسلم خواتین کا بیرونی زندگی میں اوڑھنی استعمال کرنا حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس روایت سے بھی ہوتا ہے جس میں آپؓ نے بتایا کہ ایک روز آپؐ کے پاس آپؓ کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن آئیں- انہوں نے جلباب کی بجائے ایک باریک اوڑھنی سر پہ ڈالی ہوئی تھی- آپؓ کو یہ فعل ناگوار گزرا اور فرمایا ''انمایضرب بالکثیف الذی یستر'' (اے بیٹی ایسی اوڑھنی اوڑھنے کا حکم ہے جس سے پردہ کا مقصد پورا ہو-(۱۲۲)

حضرت پیر کرم شاہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سر، گردن اور سینہ کا چھپانا فرض ہے-(۱۲۳) ان اعضاء کا چھپانا محارم سے نہیں بلکہ غیر محارم سے ضروری ہے-

اگر چہرے کا چھپانا بھی واجب ہوتا تو اس آیت میں ''علی جیوبھن'' کے ساتھ ''وجوھھن'' (یعنی اوڑھنی اپنے گریبانوں اور چہروں پر ڈالو) کے الفاظ بھی ہوتے-

آیت کے یہ الفاظ زینت کے مفہوم کو بھی واضح کر رہے ہیں کہ کون سے مواضع زینت کو چھپانے کا یہاں حکم دیا جارہا ہے اور کون سے مواضع زینت ہیں جنہیں اپنے محارم کے سامنے چھپانا ضروری نہیں-

بہرحال اس آیت میں عورت کو محارم کے سامنے جن اعضاء کے اظہار کی رخصت دی گئی ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ چہرہ، ہاتھ اور پاؤں عام لوگوں کے سامنے عورت ظاہر کر سکتی ہے-

<u>دوسرا اعتراض:</u> اس آیت کے حوالے سے دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ زینت سے مراد لباس ہے- اعضاء تو محاسن ہیں اور یہاں حسن کی بجائے زینت کا لفظ بولا گیا ہے- اس میں عمومیت زیادہ ہے- اس اعتراض کے ضمن میں لفظ زینت کے بارے دیکھنا ہوگا کہ یہ لفظ قرآن مجید میں کن کن معانی میں استعمال ہوا ہے-

قرآن مجید میں زینت کا لفظ سورۃ الاعراف کی آیت ۳۱ میں لباس، سورۃ النحل کی آیت ۷

میں زمین کی خوبصورتی اور آیت ۸ میں سواریوں' سورۃ طٰہٰ کی آیت ۸۷ میں زیورات اور سورۃ النور کی آیت ۳۱ میں عورت کی زیبائش وجسمانی خوبصورتی کے معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔ ان میں سورۃ الاعراف کے علاوہ باقی تمام آیات میں زینت سے مراد محاسن ہی ہیں "ولا یبدین زینتھن" کے بارے یہ کہا جاتا ہے کہ یہاں زینت سے وہی معنی مراد ہے جو سورۃ الاعراف کی آیت ۳۱ مراد ہے۔ اس آیت کے الفاظ یہ ہیں:

"یبنی آدم خذوازینتکم عند کل مسجد"

(اے اولاد آدم تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو)

اس آیت میں زینت سے مراد لباس ہے۔ اس لئے کہ مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف برھنہ ہوکر کرتے۔ اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور طواف کریں۔ اگرچہ لباس بھی زینت میں سے ہے لیکن اس مقام پر ایک مخصوص پس منظر میں زینت سے مراد لباس لیا گیا ہے۔ اس پس منظر پر قیاس کرتے ہوئے سورۃ النور کی اس آیت میں "الا ماظھر" سے مراد لباس لینا درست نہیں۔

اس لئے کہ اس آیت کو گھریلو زندگی سے متعلق کہا جا رہا ہے اور کیا اسلام ایک عورت کو اپنے محرم رشتہ داروں کے سامنے صرف لباس کے اظہار کی اجازت دیتا ہے۔ اس کا مفصل ذکر کر دیا گیا ہے کہ اسلام عورت کو اپنے محارم کے سامنے کس کس زینت کے اظہار کی اجازت دیتا ہے۔ یہ کہنا کہ "ولا یبدین زینتھن الا ماظھر" سے مراد جسمانی محاسن نہیں عجب معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس آیت کے شروع میں یہ لفظ دومرتبہ محاسن اور اس آیت کے آخر اور اسی سورۃ کی آیت ۶۰ میں زیور اور بناؤسنگار کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ زیور و بناؤسنگار وہ زینت ہے جو جسمانی محاسن سے کبھی جدا نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ان دونوں آیات میں زینت سے مراد زیور' بناؤسنگار اور محاسن ہیں۔ جب ایک ہی سورۃ کی دو آیات میں یہ لفظ جس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس معنی کو چھوڑ کر اس لفظ کا وہ معنی مراد لینا جو سورۃ الاعراف میں استعمال ہوا۔ نہ ان کے پس منظر میں مطابقت اور نہ ظاہری ومعنوی لحاظ سے ان میں کوئی ربط' کیسے درست ہوسکتا ہے۔

چونکہ زیورات اور جسمانی محاسن کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا "الا ماظھر" سے مراد لباس نہیں ہوسکتا۔ اصل معنی یہ ہیں کہ محارم کے سامنے اظہار زینت سے مراد زیورات اور دیگر جسمانی محاسن ہیں جبکہ غیر محرم کے سامنے ہاتھ اور چہرے کا اظہار مراد ہے۔ یہ مفہوم رسول اکرم ﷺ کے ارشادات کے عین مطابق ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میرے ماں شریک

بھائی عبداللہ بن الطفیل کی بیٹی مزینہ میرے پاس آئی۔اسے دیکھ کر آپ ﷺ نے اپنا منہ پھیر لیا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ لڑکی میری بھتیجی ہے۔یہ سن کا آپ ﷺ نے فرمایا:

''اذاعرقت المراۃلم یحل لھاان تظھرالا وجھھاوالا مادون ھذا وقبض علی ذراع نفسہ فترک بین قبضتہ اخری''(۱۲۴)

(جب عورت جوان ہوجائے تو اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے چہرے اور نصف بازوؤں سے زیادہ کے علاوہ کسی کے سامنے ظاہر کرے)

اسی طرح سنن ابی داؤد میں حضرت قتادہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان الجاریۃاذاحاضت لم یصلح ان یری منھاال او جھھا ویداھا الی المفصل''(۱۲۵)

(جب لڑکی بالغ ہوجائے تو یہ جائز نہیں کہ اس کے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ اس کے جسم کو دیکھا جائے)

اس مفہوم کی متعدد احادیث منقول ہیں۔لیکن اس مفہوم کی تمام احادیث کو ضعیف قرار دے کر نا قابل عمل قرار دیا جاتا ہے۔اصول حدیث کے مطابق ضعیف حدیث اس وقت قابل قبول نہیں ہوتی جب اس سے اعلیٰ درجہ کی حدیث اس مفہوم کی مخالف ہو۔عمومی تصور حجاب کے حامیوں نے اپنے دعویٰ حجاب کے اثبات میں کوئی ایک ضعیف ترین حدیث بھی نقل نہیں کی جس میں آپ ﷺ نے عام مسلم خواتین کو حجاب کا حکم دیا ہو یا حجاب کی تلقین کی ہو یا اس حکم پر عمل نہ کرنے پر ترہیب بیان کی ہو یا کوئی عورت حجاب کے بغیر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہو اور آپ ﷺ نے اسے حجاب کرنے کا حکم فرمایا ہو۔

حجاب کا مسئلہ عہد رسالت میں عام بھی تھا۔علامہ ابن رشد (م ۵۹۵ھ) نے لکھا ہے:

''والبیان لایجوز تاخیرہ عن وقت الحاجۃ''(۱۲۶)

(ضرورت کے وقت حکم کے بیان میں شارع کی طرف سے تاخیر جائز نہیں)

یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ اس وقت چہرے کے حجاب کی عام ضرورت ہو اور آپ ﷺ اس کے بارے کوئی ارشاد نہ فرمائیں۔لہذا آپ ﷺ کا حجاب سے متعلق واضح حکم نہ فرمانا حجاب کی عدم ضرورت کو ظاہر کرتا ہے۔حجاب کی مشروعیت کے حوالے سے بالعموم حضرت عائشہ صدیقہؓ یا چند دیگر صحابیات کے عمل کو پیش کیا جاتا ہے۔حجاب ازواج مطہرات کیلئے فرض تھا۔اس پر تفصیلی دلائل گزر چکے ہیں۔

ایک قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جو حکم حجاب پر سختی سے عمل پیرا تھیں۔آپؓ

ہی سے وہ روایات مروی ہیں جن میں چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ایک راوی کا عمل جب اس کی اپنی روایت کردہ احادیث سے مختلف ہو تو اس اختلاف کی توجیہہ کرنا ہوگی۔تحقیق سے اسی توجیہہ کا اثبات ہوتا ہے کہ حجاب پر ان کا عمل ان کی خصوصیت تھا جبکہ چہرے کو کھلا رکھنے کی اجازت دیگر خواتین سے متعلق تھی۔کیونکہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے حجاب کرنے کی قولی حدیث کوئی بھی مروی نہیں۔

حکم غض بصر کی حکمت: حجاب کے عمومی تصور فکر کے لوگوں کے نزدیک مردوں کیلئے غض بصر کے حکم کی حکمت یہ ہے کہ معاشرے میں غیر مسلم خواتین بغیر حجاب کے اپنے جسمانی محاسن کو ظاہر کرتی ہیں۔نیز معاشرے میں اتفاقی واقعات ممکن ہوتے ہیں جن میں مسلم عورت کی بے حجابی کے دوران مرد کی نظر اس پر پڑ جائے جیسے ہوا کی وجہ سے نقاب کا اٹھ جانا یا چھت پر سے کسی مرد کی نظر کسی ہمسایہ عورت پر پڑ جانا' سرراہ اتفاقاً یک دم کسی ایک فریق کا سامنے آ جانا وغیرہ اس اس کا حکم حج کے دنوں کیلئے ہے کیا گیا ہے۔گویا ان کے نزدیک غض بصر کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا کہ عورتوں کیلئے حجاب ضروری نہیں بلکہ اس لئے دیا گیا ہے کہ انسانی زندگی میں مذکورہ اتفاقی واقعات پیش آتے ہیں۔

حیرت ہے اس فکر پر کہ اتفاقی واقعات اور محدود مقام کیلئے قرآن اور حدیث میں مردوں اور عورتوں کیلئے الگ الگ واضح اور محکم انداز میں غض بصر کا حکم موجود ہو اور وان کے نظریہ کے مطابق عام خواتین کیلئے حجاب واجب ہونے کیلئے نہ قرآن مجید میں کوئی واضح حکم یا نص موجود ہے نہ ہی حدیث میں۔حقیقت یہ ہے کہ غض بصر کا حکم اس لئے دیا گیا کہ اسلام نے عام خواتین کو چہرہ ڈھانپنے کا عام حکم دینے کی بجائے ضرورت کے وقت حکم دیا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مسلم خواتین کو بغیر حجاب کے رہنے کی اجازت دی۔لہذا مردوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ معاشرے میں نظریں جھکا کر رکھیں۔اتفاقی واقعات اور حرم مکہ مکرمہ کے احوال خود بخود اس میں آ جائیں گے۔

اس مفہوم کا اثبات رسول اکرم ﷺ کی ان احادیث سے بھی ہوتا ہے جن میں آپ ﷺ نے کسی عورت کی طرف نظر پڑنے یا اسے دیکھنے کے بعد مرد پر پڑنے والے اثرات کے ازالہ کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔صحیح مسلم کی روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''فاذاابصراحدکم امراۃفلیات اھلہ فان ذلک یردمافی نفسہ''(۱۲۷)
>
> (رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کی طرف دیکھا پھر یہ فرمایا) جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے تو اپنی اہلیہ کے پاس جائے۔یہ عمل اس کے خیالات کو دور دے گا)

اس حدیث میں ابصر کا لفظ باب افعال سے لایا گیا ہے۔کثرت وزیادت اس باب کی ایک

خصوصیت ہے-لہذا یہاں غیرعورت کی طرف کثرت سے دیکھے جانے کا ذکر ہے نہ کہ ایک بار دیکھے جانے کا-لہذا احجاب میں ملفوف عورت کی طرف کثرت سے دیکھنا نہ کوئی حقیقت رکھتا ہے اور نہ ہی اسلام نے اسے گناہ قرار دیا ہے-ایسی صورت میں صرف ازواج مطہرات کی طرف دیکھنا گناہ تھا جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے-اس مفہوم کو امام مسلم کی روایت کردہ ایک اور حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"اذااحدکم اعجبته المراۃفوقعت فی قلبه فلیعمدالی امراۃفلیواقعهافان ذلك یردمافی نفسه"(۱۲۸)

(جب تم میں سے کسی شخص کو کوئی عورت اچھی لگے اور دل میں اس کا خیال آئے تو اسے چاہیے کہ اپنی اہلیہ کے پاس جائے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرے-اس طرح اس کے دل سے وہ خیال جاتا رہے گا)

مسند احمد میں ایک روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"مامن مسلم ینظرالی محاسن امراۃاول مرۃثم یغض بصرہ الااحدث اللہ له عبادۃ یجدحلاوتها"(۱۲۹)

(جو مسلمان کسی عورت کی خوبصورتی پہلی مرتبہ دیکھ کر اپنی آنکھیں جھکا لے اللہ تعالی اس کیلئے عبادت میں احساس حلاوت پیدا کر دیتا ہے)

چونکہ چہرہ بھی محاسن میں سے ایک ہے-لہذا اسے دیکھ کر آنکھیں جھکانے کا حکم دیا گیا ہے- اگر اتفاقی حالات میں دیگر محاسن پر نظر پڑ جائے تو بھی غض بصر پر عمل کرنا ضروری ہوگا-

بہرحال ان احادیث میں بیان کی گئی ان صورتوں کا تعلق عورت کے چہرے کے ساتھ بھی ہے اور اتفاقی واقعات سے بھی-آدمی عورت کے چہرے کی طرف تب دیکھے گا جب وہ بلاحجاب ہو-ملفوف عورت کی طرف دیکھنے سے نہ حلاوت ایمان پیدا ہونے کا موقع ملے گا اور نہ ہی خالص تقویٰ اختیار کرنے کا-

عمومی تصور حجاب والوں نے مردوں کو غض بصر (جو کہ واجب ہے) کی اہمیت بتانے اور اس پر عمل کرنے کی تلقین کی بجائے عورتوں پر حجاب مسلط کر دیا ہے جو شریعت اسلامیہ کے عین منافی ہے-حالانکہ غض بصر کا حکم اسلام میں عورت کی عزت وعظمت اور تعظیم ووقار کی علامت ہے-دیگر ادیان کی عورتیں اس عظمت سے محروم ہیں-

چوتھی دلیل

حجاب کے اس عمومی تصور کیلئے چوتھی دلیل سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر۳۲ میں دی گئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

''ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة وساء سبیلا''

(خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے)

چونکہ رسول اللہ ﷺ نے آنکھوں کے بارے فرمایا:

''زنا العین النظر''(۱۳۰) (آنکھوں کا زنا نظر بازی ہے)

لہذا اس زنا سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ عورت حجاب کرے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ زنا ایک بہت قبیح فعل ہے اور اسلام نے زنا کے ارتکاب سے بچنے کیلئے تمام بنیادی ذرائع کو مسدود کیا ہے لیکن اس بنا پر یہ نتیجہ نکالنا کہ عورت کو حجاب میں رہنا چاہیے۔اسی سے زنا پر کنٹرول کیا جا سکتا ہے درست نہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ان اللہ کتب ابن آدم حضه من الزنا ادرك ذلك لامحالة فزنا العین النظر وزنا اللسان المنطق''(۱۳۱)

(بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی پر اس کا زنا کا حصہ لکھا ہے جیسے وہ یقیناً پائے گا۔لہذا آنکھ کا زنا نظر بد ہے اور زبان کا زنا گفتگو ہے)

امام مسلم کی روایت میں کانوں کا زنا سننا اور ہاتھ کا زنا چھونا پکڑنا اور پاؤں کا زنا قدم سے چلنا قرار دیا گیا ہے۔اسلام نے ان تمام اعضاء کے زنا کی کیفیت کا ذکر کر دیا ہے لیکن کیا ان تمام اقسام زنا سے بچنے کا طریقہ عورت کو حجاب میں پابند کرنا ہے۔ہرگز نہیں۔اس فکر میں حقیقی زنا کے جرم کو ختم کرنے کیلئے عورتوں کے وجود کو خطرہ ہو سکتا ہے کیونکہ نہ رہے عورت نہ ہو جرم زنا بہر حال مطلقاً عورت سے ہم کلامی، عورت کی طرف دیکھنا یہ زنا نہیں بلکہ یہ امور اس وقت زنا کہلائیں گے جب نیت بد سے ان کا ارتکاب کیا جائے اور یہ افعال زنا حقیقی کیلئے خیمہ بنتے چلے جائیں۔

رسول اکرم ﷺ نے زبان کے زنا سے متعلق یہ ارشاد فرمانے کے باوجود خواتین سے کلام کیا جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دن کوہ صفا پر جب آپ مردوں کی بیت سے فارغ ہو چکے تو حضرت عمر فاروقؓ حضور اکرم ﷺ سے کچھ نیچے تھے اور آپ ﷺ کے حکم سے عورتوں سے بیت لے رہے تھے اور آپ ﷺ کا پیغام پہنچا رہے تھے۔ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابو سفیان بھی عورتوں میں شامل تھی اور نقاب پوش تھی۔اس نے اپنا حلیہ بدل لیا تھا کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اسے پہچان لیں گے۔

عورتیں جمع ہوگئیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تم سے اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں قرار دوگی۔ ہندہ سر اٹھا کر بولی خدا کی قسم جس طرح کی بیعت آپ مردوں سے لے رہے ہیں اسی طرح کی بیعت آپ ہم سے نہیں لے رہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ بیعت مردوں کی بیعت سے مغائر ہے (آپ ﷺ نے اس روز مردوں سے صرف اسلام اور جہاد کی بیعت لی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا) آپ ﷺ نے فرمایا اور چوری نہیں کروگی۔ ہندہ بولی ابوسفیان انتہائی کنجوس آدمی ہے۔ میں اس کے مال سے کچھ لے لیا کرتی تھی۔ کیا وہ میرے لئے حلال تھا یا حرام؟ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا جو کچھ تو نے پہلے پالیا یا آئندہ لے گی وہ تیرے لئے حلال ہے۔ آپ ﷺ یہ مکالمہ سن کر مسکرا دیے اور فرمایا تو یقیناً ہندہ بنت عتبہ ہے۔ بولی ہاں جو کچھ گزر چکا اس سے اب آپ درگزر کیجیے۔ اللہ آپ کو معاف کرے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اور تم زنا نہیں کروگی۔ ہندہ بولی کیا کوئی آزاد عورت بھی زنا کرسکتی ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کو قتل نہیں کروگی۔ ہندہ بولی جب ہماری اولاد چھوٹی تھی تو ہم نے اس کو پالا تو آپ ﷺ نے ان کو قتل کیا اور وہ اس سے خوب واقف ہیں۔ (ہندہ کا بیٹا حنظلہ بن ابی سفیان بدر کی لڑائی میں مارا گیا تھا۔) یہ بات سن کر حضرت عمر فاروقؓ اتنے ہنسے کہ پیچھے گر گئے اور رسول اکرم ﷺ بھی مسکرا دیے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اور تہمت تراشی نہیں کروگی۔ ہندہ بولی واللہ تہمت تراشی بری بات ہے اور آپ ہم کو سیدھی راہ پر چلانے اور مکارم اخلاق اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اچھی باتوں میں نافرمانی نہیں کروگی۔ ہندہ کہنے لگی ہم جو اس مجلس میں آئے ہیں تو ہمارے دلوں میں آپ ﷺ کی کسی نافرمانی کا خیال ہی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح جو عہد عورتوں سے حضور اکرم ﷺ نے لیا عورتوں نے اس کا اقرار کیا۔ (۱۳۲)

اس روایت سے واضح ہوا کہ:

(i) رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ نے خواتین سے باتیں کیں۔ انہوں نے خواتین کی باتوں کو سنا اور خواتین نے ان کی باتوں کو سنا۔

(ii) ہندہ بنت عتبہ کے بارے خصوصی طور پر بتایا گیا کہ وہ نقاب میں تھی جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ باقی خواتین حجاب میں نہ تھیں۔ اگر باقی بھی نقاب میں ہوتیں تو ہندہ کا خصوصی طور پر نقاب میں ہونے کا ذکر نہ ہوتا۔

(iii) خواتین کے ساتھ عام حالات میں ہم کلام ہونا زبان کا زنا نہیں ہوتا۔ اس حکم کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہؓ سے لوگ احادیث دریافت کرتے، مسائل پوچھتے اور آپؓ ان کو جواب سے مستفید فرماتیں۔

عہد رسالت میں خواتین کا دن کے وقت حجاب نہ کرنے کا اثبات اس روایت سے ہوتا ہے جسے امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے روز نماز کے وقت آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ خطبہ میں آپ نے تقویٰ واطاعت کی ترغیب دی۔ وعظ کے بعد آپ عورتوں کے پاس آئے اور انہیں وعظ نصیحت کی اور صدقہ کرنے کے بارے فرمایا۔ اس لئے کہ ان میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہیں۔ مجمع کے درمیان ایک عورت نے کہا جس کے رخساروں پر تل کا نشان تھا۔ کیوں یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس لئے کہ تم عورتیں اکثر شکوہ کرتی اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔ (۱۳۳)

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ صحابیات نے رسول اکرم ﷺ اور حضرت جابر بن عبداللہ کو دیکھا اور انہوں نے صحابیات کو دیکھا۔

انہی روایات کی روشنی میں علامہ ابوبکر کاسائیؒ فرماتے ہیں کہ اجنبی مرد کیلئے اجنبی عورت کے تمام جسم کو ماسوا چہرے اور دونوں ہاتھوں کے دیکھنا جائز نہیں۔ ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

ان ظاہری مقامات زینت کو دیکھنے کی اجازت اس وقت ہے جب یہ دیکھنا بغیر شہوت کے ہو اور اگر یہ دیکھنا شہوت کی بنا پر ہو تو جائز نہ ہوگا۔ اگر یہ خدشہ محارم رشتہ داروں میں موجود ہو تو انہیں بھی دیکھنا اور چھونا جائز نہیں ہوگا۔ (۱۳۴)

غیر مرد یا عورت سے ہم کلامی اور اس کی طرف دیکھنا اگر جرم زنا کیلئے پیش خیمہ بنے تو زبان اور آنکھوں کا زنا بھی متصور ہوگا۔ اگر ہم کلامی اور نظر زنا کیلئے پیش خیمہ نہ بنے تو گناہ نہیں بلکہ جائز ہوگا۔

اگر محض غیر محرم کی طرف دیکھنا زنا قرار دیا جائے تو ہمارے ہاں خواتین جس طرح نقاب کرتی ہیں اس میں آنکھوں کو کھلا رکھا جاتا ہے جس سے آنکھوں کا زنا ہوتا رہتا ہے۔ لہذا اس نقاب کا کرنا بھی بے سود مقصد قرار دینا پڑے گا۔ حضرت آدم علیہما السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ولا تقربا هذه الشجرة'' (۱۳۵) دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ)

لیکن محض قربت پر حضرت آدمؑ سے کچھ نہیں کیا گیا لیکن جب آپ نے ممنوع درخت کے پھل کو کھا لیا تب وہ ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:

''اهبطا منها جميعاً بعضكم لبعض عدو'' (۱۳۶)

(تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو)

چھوٹے بچوں کو نقصان دہ چیزوں کے پاس جانے سے روکا جاتا ہے لیکن جب وہ انتہائی

قریب پہنچتے ہیں تو انہیں پکڑ پیچھے کر دیا جاتا ہے- اسی طرح غیر محرم سے بولنا اور اس کی طرف دیکھنا محض اس لئے گناہ قرار دیا گیا کہ یہ امور ایک بڑے گناہ کا پیش خیمہ نہ ہوں- اگر یہ بڑے گناہ کا موجب ہوں تو یہ سب امور گناہ قرار پائیں گے اگر یہ بڑے گناہ کا موجب نہ ہوں تو یہ امور مباح اور جائز متصور ہوں گے- یہی قرآن وسنت کی تعلیمات کا نچوڑ ہے-

قرآن وسنت کی اس روح کے مطابق مرد عورت اگر دونوں بوڑھے ہوں یا ایک بوڑھا ہو تو ان کا آپس میں مصافحہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں- رسول اکرم ﷺ بھی بوڑھی عورتوں سے مصافحہ کیا کرتے تھے-(۱۳۷) یہ مصافحہ بھی عدم شہوت کی بنا پر جائز قرار دیا گیا- فتح مکہ کے موقع پر جب آپ ﷺ نے پہلے مردوں سے بیعت لی اور پھر عورتوں سے- صحابیات نے آپ سے یہ عرض کی "ھلم نبایعکم" ہم بھی مردوں کی طرح آپ کے دست مقدس سے براہ راست فیض حاصل کرنا چاہتی ہیں تو آپ ﷺ نے انکار فرما دیا اور فرمایا "انی لااصافح النساء"(۱۳۸) کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا- یہ انکار امت میں اس رواج کے عدم اجرا کیلئے تھا-

اس روایت سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ وہ خواتین جو صحابہ کرامؓ کے سامنے اور رسول اکرم ﷺ کے متبرک ہاتھوں سے براہ راست اور بلاواسطہ مستفید ہونے کی خواہش مند تھیں- وہ آپ کے جسم مبارک سے ظاہر ہونے والے انوار وتجلیات اور اپنے چہرے کے درمیان حجاب کے دبیز پردے کو کیسے حائل رکھ سکتی تھیں- جبکہ آپ نے چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت بھی دی ہو-

بہرحال مذکورہ احادیث کی روشنی میں عورت کے حجاب کا استدلال کرنا اور مطلقاً نظر اور کلام کو زنا کہنا کسی بھی طرح درست نہیں- عورت اور مرد کا عام حالات میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنا یا عورت کا غیر مرد کے سامنے چہرہ کھلا رکھنا گناہ نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہیں فرمایا- اصل گناہ بری نیت ہے- اگر کوئی مرد کسی عورت کو خواہ وہ محرم ہو یا غیر محرم بالغ ہو یا نابالغ' جوان ہو یا بوڑھی بلکہ کسی امرد (بلوغت کے قریب) لڑکے کی طرف بدنیتی سے دیکھتا ہے یا کسی بھی درجہ کی کوئی عورت کسی برے مقصد کیلئے چہرے کو کھلا رکھتی ہے یا فعل حرام کے ارتکاب کے حوالے سے نقاب کرتی ہے تو بری نیت کے حوالے سے یہ تمام امور گناہ ہوں گے-

اس لئے امام ابن شہاب زہریؒ (م۱۲۴ھ) فرماتے ہیں کہ جن نابالغ لڑکیوں پر شہوت آئے تو ان کے جسم کے کسی حصے کو دیکھنا جائز نہیں خواہ وہ کم عمر ہی کیوں نہ ہوں-(۱۳۹)

محرم خواتین کے حوالے سے علامہ علاؤالدین کاسانی فرماتے ہیں کہ اگر کسی محرم خاتون کو دیکھنے یا چھونے سے شہوت ہوگی تو مرد کیلئے اپنی محرم خواتین کو دیکھنا اور چھونا بھی حرام ہوگا-(۱۴۰)

سورۃ النور میں بھی اللہ تعالی نے بوڑھی عورتوں کو گھروں میں عام کپڑے اتارنے کی اجازت دی ہے لیکن اگر کوئی بوڑھی خاتون بری نیت سے ایسا کرے تو اسے عام کپڑے اتارنے سے منع کیا گیا ہے۔(۱۴۱)

عورت کا چہرہ اور ہتھیلی دیکھنے میں بھی اگر فتنہ ہو تو چہرہ اور ہتھیلی کو دیکھنا بھی حرام ہے۔ حالانکہ ہتھیلی متفقہ طور پر ستر میں داخل نہیں۔(۱۴۲)

نیت سے عمل کی شرعی حیثیت بدل جانے کے حوالے سے علامہ سعیدی نے لکھا ہے:

''اگر عورت خوشی سے اپنے پاؤں کو زور زور سے مار کر اس طرح چلے کہ اس کے پازیب کی آواز گھر سے باہر سنائی دے تو اس کا یہ عمل مکروہ ہے اگر اس نے مردوں کو دکھانے، سنانے اور ان کو لبھانے کیلئے ایسا کیا تو سا کا عمل مذموم اور حرام ہوگا''(۱۴۳)

نیت بد سے عورت کا اپنی زینت کا اظہار کرنا تبرج جاہلی قرار دیا گیا ہے۔سورۃ الاحزاب میں اس تبرج کی ممانعت کی گئی ہے۔(۱۴۴)

ان تمام امثلہ سے واضح ہوا کہ جن امور کے کرنے کی شریعت اسلامیہ نے عام اجازت دی ہے اور ان پر کسی گروہ کو اعتراض نہیں۔اگر وہ غلط نیت سے کیے جائیں یا وہ فعل بد کا پیش خیمہ ہوں تو ان کا ارتکاب گناہ ہوگا۔اسی طرح غیر محارم کا ایک دوسرے کی طرف دیکھنا یا باہم کلام کرنا بھی تب زنا کہلائے گا جب وہ بری نیت سے ایک دوسرے کو دیکھیں یا ہم کلام ہوں۔اگر بد نیتی نہیں تو ایسا کرنا زنا نہیں کہلائے گا۔

اس تصور کے قائلین سورۃ نور میں دیے گئے حکم استیذان (یعنی گھروں میں اجازت کے ساتھ داخل ہونا) کو بھی چہرے کے حجاب کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔حالانکہ استیذان اور چہرے کے حجاب کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔حکم استیذان کا مقصد گھریلو زندگی کی رازداری مکمل طور پر قائم رکھنا اور بعض اوقات خواتین کا مستور نہ ہونا ہے۔استیذان کا حکم بیٹے کیلئے بھی ہے جبکہ اس کی والدہ گھر پر ہو۔اس کا مقصد رسول اکرم ﷺ نے یہ فرمایا:

''کیا تم اس کو برہنہ دیکھنا پسند کرو گے''(۱۴۵)

حالانکہ ماں اور بیٹا آپس میں محرم ہیں لیکن پھر بھی بیٹے کو استیذان کا حکم دیا گیا۔

اثبات حجاب کیلئے جامع ترمذی کی یہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"المرأة عورة"(۱۴۶)

اس کا ترجمہ یوں کیا جاتا ہے: (عورت مکمل طور پر ستر ہے)

چونکہ عورت مجسمہ ستر ہے-لہذا چہرہ بھی اس میں شامل ہے اگر چہرہ ستر سے نکال دیا جائے تو یہ مفہوم مکمل نہیں ہوتا-یہ استدلال درست نہیں-اس لئے کہ سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالی نے منافقین کا یہ قول بیان فرمایا:

"ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ"(۱۴۷)

اس آیت کا ترجمہ علامہ محمد جونا گڑھی نے یہ کیا ہے:

(ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ (کھلے ہوئے اور) غیر محفوظ نہ تھے)(۱۴۸)

گویا اس آیت میں لفظ عورت کا ترجمہ غیر محفوظ اور کھلا ہوا کیا ہے-اس لحاظ سے اس حدیث کا ترجمہ ہوگا بے شک عورت غیر محفوظ اور کھلی ہوئی ہے-یہ استدلال درست نہ ہونے کی بنیاد لفظ "المراۃ" بھی ہے-ان کے نزدیک "المراۃ" سے مراد مکمل عورت ہے-قرآن مجید کیلئے اللہ تعالی نے فرمایا:

"انا انزلنه قرآنا عربیاً"(۱۴۹)(یقیناً ہم نے اس کو قرآن عربی نازل فرمایا ہے)

یعنی قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا لیکن اس کے باوجود علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تقریباً ۱۲۳ ان الفاظ کی نشاندھی کی ہے جو قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں لیکن وہ عربی زبان سے نہیں ہیں-(۱۵۰) اگر قرآن مجید کے ۷۷۴۳۷ الفاظ میں ۱۲۰ الفاظ غیر عربی ہوں تو اس کے عربی ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا-اس طرح چہرے کو حکم حجاب سے مستثنی کرنے پر مکمل جسم کے ستر ہونے کے مفہوم میں کیوں فرق آئے گا-ایک اور وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک ہاتھ' چہرہ اور پاؤں ستر سے مستثنی ہیں اگر عورت کا معنی مستور ہو اور ان تین اعضاء کے غیر ستر ہونے کے باوجود وہ مستور رہتی ہے اسی طرح حجاب میں بھی اگر چہرہ خارج کر دیا جائے تو عورت کے مستور ہونے کے مفہوم میں کون سی کمی آئے گی-

چہرے کو ستر و حجاب سے مستثنی کوئی شخص اپنی طرف سے نہیں کر رہا بلکہ اس کو حجاب سے مستثنی کرنے کی بنیاد رسول اکرم ﷺ کے ارشادات ہیں-لہذا شارع علیہ السلام کے ایک قول کو تسلیم کرنا اور دوسرے سے انکار کرنا کیسے درست ہوگا-

سد ذرائع: حجاب کو سد ذرائع (یعنی برائی کے روکنے کا ذریعہ) قرار دے کر اس کے وجوب کو حکم دیا جاتا ہے-حالانکہ سد ذرائع کی بنا پر کسی حکم کی شرعی حیثیت واجب نہیں ہوسکتی-لیکن

سدِ ذرائع کے حوالے سے اگر حجاب پر غور کیا جائے اور اپنے معاشرے کو دیکھا جائے تو یہ حجاب جس طرح برائی کو روکنے کا ذریعہ بنتا ہے اسی طرح برائی کے ارتکاب وترویج میں معاون بھی ہوتا ہے۔لہذا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر عورتوں کے حجاب پر پابندی عائد کردی جائے تو ہمارے معاشرہ سے متعدد برائیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

اس فکر کے نزدیک حجاب کی شرعی حیثیت واجب کی ہے لیکن کسی فعل کے واجب ہونے کیلئے قرآن وسنت سے صریح نص چاہیے۔ان مذکورہ دلائل کا تحقیقی جائزہ لینے کے بعد یہ واضح ہوا کہ ان دلائل میں سے کوئی ایک دلیل بھی صریح نص نہیں۔لہذا ان دلائل کی بنیاد پر عام خواتین کے لئے حجاب کو واجب نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی حجاب نہ کرنے والی خواتین کو مطلقاً بے حیا' گناہ کو دعوت دینے اور معاشرے میں فساد کرنے والیاں کہا جاسکتا ہے۔

آج پاکستان میں رہنے والی خواتین میں سے تقریباً ۹۰ فیصد خواتین حجاب نہیں کرتیں۔کیا یہ سب ان عیوب کی حامل ہیں۔اس پر غور وفکر کیجئے۔

☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

۱۔ سورۃ النساء: ۲۳
۲۔ سورۃ النور :۳۱
۳۔ سورۃ الاحزاب: ۳۳
۴۔ راغب اصفہانی' المفردات فی غریب القرآن: نور محمد' کراچی' (ت-ن) ص ۴۱
۵۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی' تفسیر مظہری' ترجمہ: عبدالدائم جلالی' دارالاشاعت' کراچی' ۱۹۹۷ء' ج ۹' ص ۳۶۹
۶۔ ایضاً
۷۔ عبدالرحمٰن کیلانی' احکام ستر وحجاب' مکتبہ السلام' لاہور' ۲۰۰۲ء' ص ۳۷
۸۔ سورۃ الاحزاب: ۵۳
۹۔ مبشر احمد ربانی' پردے کی شرعی حیثیت' دارالاندلس' لاہور' ۲۰۰۱ء' ص ۳۲-۳۱
۱۰۔ مولانا مودودی' تفہیم القرآن' مکتبہ ترجمان القرآن' لاہور' ۱۹۷۹ء' ج ۴' ص ۵۴
۱۱۔ امام بخاری' الجامع الصحیح (کتاب التفسیر' باب قولہ لاتدخلوا بیوت النبی نمبر ۴۷۹۱) نور محمد' کراچی' ۱۹۴۸ء' ج ۲' ص ۷۰۷
۱۲۔ امام ترمذی' الجامع الترمذی (ابواب التفسیر سورۃ الاحزاب نمبر ۳۲۱۸) مکتبہ رحیمیہ' دیوبند' ۱۹۵۲' ج ۲' ص ۱۵۳
محمد ابن جریر' تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن' مطبعہ المیمنہ مصر (ت-ن) ج ۲۲' ص ۳۰
۱۳۔ ایضاً
۱۴۔ عبدالرحمٰن کیلانی' احکام ستر وحجاب' ص ۴۱
۱۵۔ علامہ نور بخش توکلی' سیرت رسول عربی' (ہجرت کا پہلا سال) ضیاء القرآن پبلیکشنز' لاہور (ت-ن) ص ۸۰-۷۹
۱۶۔ امام بخاری' الجامع الصحیح (کتاب التفسیر' باب قولہ وقالوا اتخذ اللہ ولداً سبحانہ' نمبر ۴۴۸۳) نور محمد' کراچی' ۱۹۴۸ء' ج ۲' ص ۶۴۴
۱۷۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی' الجامع لاحکام القرآن' دارالکاتب العروبی' القاہرہ' ۱۹۶۷ء' ج ۱۴' ص ۲۳۱
۱۸۔ سورۃ الاحزاب: ۵۵
۱۹۔ امام مسلم' الجامع الصحیح' (کتاب النکاح' باب زواج زینب بنت جحش نمبر ۳۵۰۷)' مطبع علیمی' دہلی' ۱۳۴۸' ج ۱' ص ۴۶۱۔

امام ترمذی' الجامع الترمذی (ابواب تفسیر القرآن' باب ومن سورة الاحزاب'
نمبر ۳۲۱۸) ج ۲ ص ۱۵۳

۲۰۔ محمد الزرقانی بن عبدالباقی' شرح العلامہ الزرقانی علی المواہب اللدنیہ' ضبطہ وصححہ' محمد عبدالعزیز الخالدی' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۹۹۶ء' ج ۷ ص ۲۶۶

۲۱۔ قاضی ثناء اللہ' تفسیر مظہری' ج ۹ ص ۴۱۶

۲۲۔ محمد الزرقانی' شرح العلامہ الزرقانی' ج ۷ ص ۲۶۶

۲۳۔ علامہ علاؤ الدین بن علی بن محمد خازن' تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل (بذیل سورۃ الاحزاب: ۵۳) دارالمعرفۃ بیروت (ت-ن) ج ۳ ص ۴۷۶

۲۴۔ علامہ عماد الدین ابن کثیر' التفسیر القرآن' سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۹۷۲ء ج ۳ ص ۵۰۵

۲۵۔ علامہ احمد بن ابی بکر القسطلانی' المواہب اللدنیہ' تحقیق صالح احمد الشامی' المکتب الاسلامی' بیروت ۱۹۹۱ء' ج ۲ ص ۶۵۸

۲۶۔ آپ کا نام عبداللہ بن زائدہ تھا لیکن ابن ام مکتوم کے نام سے زیادہ معروف ہیں۔ اوائل اسلام میں ہی اسلام لے آئے۔ بچپن میں نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت بلالؓ کے ساتھ آپ بھی مسجد نبویؐ میں بطور موذن فرائض سرانجام دیتے۔ حضور اکرم ﷺ نے تیرہ غزوات میں شرکت کے دوران آپ ہی کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اس دوران آپ مسجد نبوی میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے۔ عہد فاروقی میں لڑی جانے والی جنگ قادسیہ میں آپ ہی کے پاس جھنڈا تھا اس کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔

۲۷۔ امام ترمذی' الجامع الترمذی' (ابواب الادب' باب ماجاء فی احتجاب نمبر ۲۸۷۸) ج ۲ ص ۱۰۱

۲۸۔ ابن سعد' الطبقات الکبریٰ' ج ۴ ص ۳۶۷

۲۹۔ امام مسلم' الجامع الصحیح' (کتاب الطلاق' باب المطلقۃ البائن نمبر ۳۶۹۷) ج ۱ ص ۴۸۳'
غلام رسول سعیدی' شرح صحیح مسلم' فرید بک سٹاک' لاہور' ۲۰۰۴ء' ج ۵ ص ۶۴۵

۳۰۔ امام بخاری' الجامع الصحیح' (ابواب العمرہ' کتاب جزاء الصید باب ماینھی من الطیب للمحرم والمحرمۃ' نمبر ۱۸۳۸) ج ۱ ص ۲۴۸۔ یہ حدیث امام مالک نے الموطا کی کتاب الحج (نمبر ۳۶۲)' امام ترمذی نے کتاب الحج (نمبر ۸۳۳) امام نسائی نے کتاب المناسک (نمبر ۲۶۷۴) اور امام احمد نے المسند ج ۲ ص ۱۱۹ میں بھی روایت کی ہے۔

۳۱۔ امام ابوداؤد' سنن ابی داؤد (کتاب المناسک' باب فی المحرمۃ تغطی وجھہا نمبر ۱۸۳۳) ولی محمد'

کراچی' ۱۳۶۹ء ج ا ص ۲۵۴

۳۲۔ امام مالک' موطا (کتاب الحج' نمبر ۳۶۳) دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۹۹۷ء' ص ۲۲۳

۳۳۔ ابن سعد' الطبقات الکبریٰ' ج ۴ ص ۳۶۹' ۴۴۲

۳۴۔ امام قسطلانی' المواھب اللدنیہ' ج ۲ ص ۶۵۸

۳۵۔ ابن سعد' الطبقات الکبریٰ' ج ۴ ص ۴۴۱

۳۶۔ عبدالرحمٰن کیلانی' احکام ستر وحجاب' ص ۴۱

۳۷۔ امام احمد' المسند' دار صادر بیروت' (ت-ن) ج ۶ ص ۳۵۷

۳۸۔ غلام رسول سعیدی' شرح صحیح مسلم' ج ۵ ص ۶۳۳' امام ترمذی نے جو روایت نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "انما قولی لمائة امراة کقولی لامراة واحد (ابواب السیر عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی بیعة النساء نمبر ۱۵۹۷' ج ا ص ۲۱۳) امام ترمذی نے اس حدیث کو ھذا حدیث حسن صحیح فرمایا ہے۔ نہ کہ "حکمی علی الواحد حکمی علی الجماعة" کے بارے میں موسوعہ اطراف الحدیث کے مطابق اس حدیث کو امام فتنی نے تذکرة الموضوعات میں نقل کیا ہے۔ (محمد سعید بن لبیونی زغلول' موسوعہ اطراف الحدیث' دار الفکر بیروت' ۱۹۹۴ء ج ۴ ص ۵۵۱

۳۹۔ ابوداؤد' سنن ابی داؤد' (کتاب الترجل' باب فی الخضاب للنساء نمبر ۴۱۶۵-۴۱۶۶) ج ۲ ص ۵۷۴

۴۰۔ ایضاً (نمبر ۴۱۶۴)

۴۱۔ ایضاً (کتاب اللباس' باب فیما تبدی المراة من زینتھا نمبر ۴۱۰۴) ج ۲ ص ۵۶۷

۴۲۔ غلام رسول سعیدی' شرح صحیح مسلم' ج ۵ ص ۶۳۳

۴۳۔ سورۃ الاحزاب: ۶

۴۴۔ امام بخاری' الجامع الصحیح (ابواب الاعتکاف' باب ھل یخرج المعتکف لحوائجہ' نمبر ۲۰۳۵)' ج ا ص ۲۷۲

۴۵۔ محمد ابن سعد' الطبقات الکبریٰ' ج ۴ ص ۴۶۷

۴۶۔ سید نذیر حسین' فتاویٰ نذیریہ' اہل حدیث اکادمی' لاہور ۱۹۷۱ء' ج ۳ ص ۱۷۷

۴۷۔ امام یحییٰ بن شرف نووی' شرح صحیح مسلم' مطبع علیمی' دہلی' ۱۳۴۸' ج ۲ ص ۲۱۲

۴۸۔ امام قسطلانی' المواھب اللدنیہ' ج ۲ ص ۶۵۹

۴۹۔ غلام رسول سعیدی' شرح صحیح مسلم' ج ۵ ص ۶۴۹

۵۰۔ علامہ وحید الزماں' سنن ابی داؤد (مترجم) نعمانی کتب خانہ' لاہور ۱۹۸۷ء' ج ۳ ص ۲۸۱

۵۱۔ ایضاً ج ۳ ص ۲۸۳

۵۲۔ سورۃ الاحزاب: ۵۹

۵۳۔ عبدالرحمٰن کیلانی، احکام ستر وحجاب، ص ۴۲

۵۴۔ مولانا مودودی، پردہ، مکتبہ جماعت اسلامی، پٹھان کوٹ، ۱۹۵۹ء ص ۲۱۲

۵۵۔ مبشر احمد ربانی، پردے کی شرعی حیثیت، ص ۴۳

۵۶۔ عبدالرحمٰن کیلانی، احکام ستر وحجاب، ص ۳۵

۵۷۔ امام بخاری، الجامع الصحیح (کتاب التفسیر، باب قوله لاتدخلوا بیوت النبی نمبر ۴۷۹۵)
نور محمد، کراچی ۱۹۴۸ء، ج ۲ ص ۷۰۶
امام مسلم، الجامع الصحیح (کتاب السلام، باب اباحۃ الخروج، نمبر ۵۶۶۸) ج ۲ ص ۲۱۵

۵۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۴ ص ۱۴۱، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج ۹ ص ۴۳۱

۵۹۔ ابن کثیر، التفسیر القرآن، ج ۳ ص ۵۱۸

۶۰۔ فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، ناشر و مقام اشاعت نامعلوم، ج ۲۵، ص ۲۳۰

۶۱۔ سورۃ النساء: ۳

۶۲۔ محمود شکری آلوسی، بلوغ الارب، ترجمہ پیر محمد حسن، اردو سائنس بورڈ، لاہور، طبع دوم، ۲۰۰۲ء،
ج ۴ ص ۶۰۸-۶۰۷

۶۳۔ سورۃ الاحزاب: ۳۲

۶۴۔ سورۃ احزاب میں ازواج مطہرات کے بارے فرمایا گیا وہ تمام مومنین کی مائیں ہیں۔عمل صالح
پر دوہرا اجر اور فحش کے ارتکاب پر دوگنا عذاب، عقد ثانی کی اجازت نہ ہونا وغیرہ۔

۶۵۔ علامہ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، دار النشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۹۸۱ء، ج ۹ ص ۳۳۷

۶۶۔ ابن کثیر، التفسیر القرآن، ج ۳ ص ۵۱۸

۶۷۔ اسماعیل بن حماد جوہری، الصحاح تحقیق احمد عبدالغفور عطار، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۹۷۹ء،
بذیل مادہ جلب، ج ۱ ص ۱۰۱

۶۸۔ امام راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص ۹۵

۶۹۔ محمود بن عمر الزمخشری، الکشاف، دار الکتاب العربی، بیروت، (ت-ن) ج ۳ ص ۵۵۹

۷۰۔ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، دار اصادر، بیروت ۱۴۰۰ھ (بذیل مادہ جلب)
ج ۱ ص ۲۷۳

۷۱۔ مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس، المطبعۃ الخیریہ، مصر ۱۳۰۶ھ، ج۱ ص۱۸۶

۷۲۔ جار اللہ زمخشری، الکشاف، ج۳ ص۵۶۰

۷۳۔ محمود شکری آلوسی، بلوغ الادب، ج۲ ص۴۰۸

۷۴۔ محمد بن یعقوب فیروز آبادی، تنویر المقباس، فاروقی کتب خانہ ملتان (ت-ن) ص۲۶۴

۷۵۔ محمد ابن جریر، تفسیر جامع البیان، ج۲۲ ص۳۰

۷۶۔ فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، ج۲۵، ص۲۳۰

۷۷۔ ابن کثیر، التفسیر القرآن، ج۳ ص۵۱۸

۷۸۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الصلوٰۃ، باب فی کم تصلی المراۃ من الثیاب (نمبر۳۷۲) ج۱ ص۵۴

۷۹۔ ابن منظور، لسان العرب، (بذیل مادہ، مرط) ج۷ ص۴۰۲-۴۰۱

۸۰۔ وحید الدین قاسمی، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور ۲۰۰۱ء، ص۱۵۵۴

۸۱۔ ابن کثیر، التفسیر القرآن، ج۳ ص۵۱۸

۸۲۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب اللباس، باب کیف الاختمار (نمبر۴۱۱۵) ج۲ ص۵۶۸

۸۳۔ ایضاً، (باب فی قول اللہ یدنین علیھن، نمبر۴۱۰۱) ج۲ ص۵۶۷

۸۴۔ شمس الدین السرخسی، المبسوط، دار المعرفۃ، بیروت، (ت-ن) ج۱۰، ص۱۵۱

۸۵۔ ایضاً، قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج۱۴ ص۲۴۴- قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ج۹، ص۴۳۳

۸۶۔ ابوبکر احمد جصاص، احکام القرآن، دار الکتاب العربیہ، (ت-ن) ج۳ ص۳۱۷

۸۷۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، المحلی، دار الآفاق الجدیدیہ، بیروت (ت-ن) مسئلہ نمبر۳۴۹، ج۳ ص۲۲۰

۸۸۔ امام احمد، المسند، ج۵ ص۵۶

۸۹۔ قاری محمد طیب، شرعی پردہ، ادارہ اسلامیات، لاہور (ت-ن) ص۱۶-۱۵

۹۰۔ ایضاً، ص۱۱-۱۰

۹۱۔ سورۃ المائدہ:۲

۹۲۔ سورۃ الجمعہ:۱۰

۹۳۔ ڈاکٹر تواب حامد، فصل الخطاب فی تاویل آیات الحجاب، "مجلہ معارف اسلامی، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد) جلد۳ شمارہ۲ (جولائی ۲۰۰۳ء تا دسمبر ۲۰۰۴ء) ص۱۷۴

۹۴۔ امام بخاری، الجامع الصحیح (کتاب المناسک، باب وجوب الحج، نمبر ۱۵۱۳) ج ۱ ص ۲۰۵

۹۵۔ عبداللہ روپڑی، فتاویٰ اہل حدیث، ترتیب شیخ محمد صدیق، ادارہ احیاء السنۃ، سرگودھا، ۱۹۸۳ء، ج ۲ ص ۴۹۴

۹۶۔ امام قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۴، ص ۲۲۹

۹۷۔ سورۃ المومن: ۶۴

۹۸۔ سورۃ التغابن: ۳

۹۹۔ سورۃ النور: ۳۱-۳۰

۱۰۰۔ عبدالرحمٰن کیلانی، احکام ستر وحجاب، ص ۳۵

۱۰۱۔ ایضاً: ۵۱

۱۰۲۔ ڈاکٹر اسرار احمد، اسلام میں عورت کا مقام، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور ۱۹۹۲ء، ص ۶۳

۱۰۳۔ مبشر احمد ربانی، پردے کی شرعی حیثیت، ص ۵۸

۱۰۴۔ سید محمود آلوسی بغدادی، تفسیر روح المعانی، مکتبہ امدادیہ، ملتان، (ت-ن) ج ۱۰، ص ۱۳۸

۱۰۵۔ امام قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۲ ص ۲۲۲

۱۰۶۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد (کتاب الجہاد، باب فضل رکوب البحر، نمبر ۲۴۹۲) ج ۱ ص ۳۳۷

۱۰۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۴ ص ۵۹۱

۱۰۸۔ وحید الزماں، سنن ابوداؤد، ج ۲ ص ۲۹۵

۱۰۹۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، (حدیث نمبر ۲۴۹۲) حاشیہ، ج ۱ ص ۳۳۷

۱۱۰۔ ایضاً

۱۱۱۔ ابوبکر جصاص، احکام القرآن، ج ۳ ص ۳۱۷

۱۱۲۔ ایضاً

۱۱۳۔ علامہ ابوبکر کاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ترجمہ: ڈاکٹر محمود الحسن عارف، دیال سنگھ لائبریری، لاہور ۱۹۹۷ء، ج ۵ ص ۸۵-۲۸۴

۱۱۴۔ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۰۴، ج ۹، ص ۵۳۱

۱۱۵۔ عبداللہ روپڑی، فتاویٰ اہل حدیث، ج ۲ ص ۴۸۶

۱۱۶۔ مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس، ج ۳ ص ۱۸۷

۱۱۷۔ پیر کرم شاہ، ضیاء القرآن، ج ۳ ص ۳۱۷

۱۱۸۔ ابو داؤد' سنن ابی داؤد' (کتاب اللباس' باب فی لبس القباطی للنساء نمبر ۴۱۱۶) ج ۲ ص ۵۶۸

۱۱۹۔ امام بخاری' الجامع الصحیح' (کتاب مواقیت الصلوٰۃ' باب وقت الفجر نمبر ۵۷۸) ج ۱ ص ۸۲

۱۲۰۔ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' القاموس المحیط' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۹۹۵ء' ج ۲ ص ۵۸۳' ابن منظور کی لسان العرب اور زبیدی کی تاج العروس میں بھی مرط کے یہی معنی بیان کیے گئے ہیں۔

۱۲۱۔ عبد الرحمٰن کیلانی' احکام ستر و حجاب' ص ۴۷

۱۲۲۔ امام قرطبی' الجامع لاحکام القرآن' ج ۱۲ ص ۲۳۰

۱۲۳۔ پیر کرم شاہ' ضیاء القرآن' ج ۳ ص ۳۱۷

۱۲۴۔ ابن جریر طبری' تفسیر جامع البیان' ج ۱۸' ص ۸۴' یہی حدیث تغیر لفظی کے ساتھ امام جلال الدین سیوطی نے تفسیر الدر المنثور' ج ۵ ص ۴۳ پر بھی نقل کی ہے۔

۱۲۵۔ ابو داؤد' مراسیل ابی داؤد' باب ما جاء فی اللباس' ص ۱۸

۱۲۶۔ محمد ابن احمد ابو الولید' ابن رشد' بدایۃ المجتہد' فاران اکیڈمی' لاہور' (ت-ن) ج ۲ ص ۸

۱۲۷۔ امام مسلم' الجامع الصحیح' (کتاب النکاح' باب ندب من رای امراۃ نمبر ۳۴۰۷) ج ۱ ص ۴۴۹

۱۲۸۔ ایضاً' (نمبر ۳۴۰۹) ج ۱ ص ۴۵۰

۱۲۹۔ امام احمد' المسند' ج ۵' ص ۲۶۴' نور الدین الھیثمی' مجمع الزوائد' (کتاب الادب' باب غض البصر نمبر ۱۲۹۴۳) دار الکتاب العلمیہ' بیروت' ۲۰۰۱ء' ج ۸ ص ۴۷

۱۳۰۔ امام بخاری' الجامع الصحیح' (کتاب الاستیذان' باب زنا الجوارح دون الفرج' نمبر ۶۲۴۳) ج ۲ ص ۹۲۳

۱۳۱۔ ایضاً' (کتاب القدر' باب وحرم علی قریۃ اھلکناھا نمبر ۶۶۱۲) ج ۲ ص ۹۷۸

۱۳۲۔ قاضی ثناء اللہ' تفسیر مظہری' ج ۱۱' ص ۴۵۵

۱۳۳۔ امام مسلم' الجامع الصحیح' (کتاب صلوٰۃ العیدین' باب صلوٰۃ العیدین' نمبر ۲۰۴۸) ج ۱ ص ۲۸۹

۱۳۴۔ امام علاؤ الدین کاسانی' بدائع الصنائع' ج ۵ ص ۲۸۸' ۲۸۵

۱۳۵۔ سورۃ البقرۃ: ۳۵

۱۳۶۔ سورۃ طٰہٰ: ۱۲۳

۱۳۷۔ ابو بکر الکاسانی' بدائع الصنائع' (اردو) ج ۵ ص ۲۹۱

۱۳۸۔ امام نسائی' سنن النسائی (کتاب البیعۃ' باب بیعۃ النساء' حدیث نمبر ۴۱۸۶) قدیمی کتب خانہ'

کراچی، (ت-ن) ج ۲ ص ۱۸۳، نورالدین الھیثمی، مجمع الزوائد (کتاب المغازی، باب البیعۃ علی الاسلام، نمبرا ۹۸۷)، ج ۶ ص ۳۲

۱۳۹۔ امام بخاری، الجامع الصحیح (کتاب الاستیذان، باب قول اللہ تعالی: ''یاایھاالذین امنوالاتدخلوابیوتاً'' ترجمۃ الباب) ج ۲ ص ۹۲۰

۱۴۰۔ ابوبکر الکاسانی، بدائع الصنائع، (اردو) ج ۵ ص ۲۸۵

۱۴۱۔ سورۃ النور: ۶۰

۱۴۲۔ پیر کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن، ج ۳ ص ۳۱۶

۱۴۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، ج ۸ ص ۱۳۱

۱۴۴۔ سورۃ الاحزاب: ۳۳

۱۴۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، ج ۸ ص ۱۲۴

۱۴۶۔ امام ترمذی، الجامع الترمذی، (ابواب الرضاع، باب استشراف الشیطان، نمبر ۱۱۷۳) ج ۱ ص ۱۶۰

۱۴۷۔ سورۃ الاحزاب: ۱۳

۱۴۸۔ صلاح الدین یوسف، تفسیر احسن البیان، ترجمہ محمد جونا گڑھی، سعودی عرب، (ت-ن) ص ۱۱۶۹

۱۴۹۔ سورۃ یوسف: ۲

۱۵۰۔ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ترجمہ محمد عبدالحلیم چشتی، نور محمد، کراچی (ت-ن) ج ۲ ص ۴۲۷-۴۱۳